Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ.................. 25 روپے

سالانہ.................. 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب و تحریر

صفحہ

اداریہ ....زائرینِ بیت اللہ کے بارے میں چند گزارشات ....مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۷۵)............ کتابُ اللہ کا حق ....// // ۵

درسِ حدیث .....عشاء کے بعد جلد سونا اور دنیاوی کاموں سے پرہیز کرنا........// // ۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

گھٹن والی زندگی (اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ قسط۱۳).......................مفتی محمد امجد حسین ۱۵

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (تیرہویں وآخری قسط).......................مفتی محمد رضوان ۱۷

سہارنپور کا سفر (تیسری وآخری قسط).......................// // ۲۱

سودی لین دین سے پرہیز کیجئے (قسط۳).......................مفتی منظور احمد ۲۳

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (چند شبہات کا ازالہ) (قسط۱).......................مفتی محمد رضوان ۲۶

ماہِ ذی الحجہ: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.......................مولانا طارق محمود ۳۲

صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید.......................مفتی محمد رضوان ۳۵

علم کے مینار.......................سرگذشت عہدِ گُل (قسط۳۹)..............مفتی محمد امجد حسین ۴۲

تذکرۂ اولیاء:..............تذکرہ مولانا رومی کا (قسط۵)..............// // ۴۷

پیارے بچو! ....ایک شاعر اور مالدار..............مفتی محمد رضوان ۵۲

بزمِ خواتین .....شوہر کی قدر کرنے کی فضیلت اور ناقدری کا وبال.......مفتی محمد رضوان ۵۴

آپ کے دینی مسائل کا حل......رکوع وسجدہ میں اطمینان اور قومہ وجلسہ کا حکم......... ۵۹

کیا آپ جانتے ہیں؟... غیر معتدل اور مفقودُ الاوقات علاقوں میں نماز کا حکم.....مفتی محمد رضوان ۷۵

عبرت کدہ .... حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۶)..............ابوجویریہ ۸۰

طب وصحت.............. خوف، غم، غصہ.....جناب مسعود احمد برکاتی صاحب ۸۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..............مولانا محمد امجد حسین ۸۸

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..............حافظ غلام بلال ۹۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ مفتی محمد رضوان

زائرینِ بیت اللہ کے بارے میں چند گزارشات

دنیا بھر سے ہر سال زائرینِ بیت اللہ کی بڑی تعداد حج وعمرہ کے لئے حرمین شریفین کا سفر کرتی ہے، اور ہر سال اس تعداد میں اضافہ ہورہا ہے، جس کی وجہ سے سعودی انتظامیہ ہر سال انتظامات کو وسعت دینے میں مصروف ہے، لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد پھر تنگی کی شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔

دوسری طرف ہمارے یہاں حکمرانوں سے لے کر نیچے کے عملے تک حج وعمرہ کے زائرین کے ذریعہ سے مختلف شکلوں میں کمائی کرنے کا رجحان بھی بڑھ رہا ہے، اور بہت سے لوگوں کے لئے یہ ایک قیمتی پیشہ بن گیا ہے، جن میں جائز وناجائز کمائی کرنے والے دونوں طرح کے لوگ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں حج وعمرہ کے سیزن میں زائرین کے لئے کرایوں سے لے کر قیام وطعام تک ہر چیز کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ کردیا جاتا ہے، حکمران بھی مختلف طریقوں سے اپنی جیبیں بھرتے ہیں، ،اور دلال اور ایجنٹ اور معلمین بھی۔

اس مرتبہ تو ہمارے سیکرٹری حج ،حجاجِ کرام سے رشوت خوری اور ناجائز طریقہ پر بھتہ لیتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑے گئے، جس پر آج کل ذرائع ابلاغ میں بڑی چہ میگوئیاں ہورہی ہیں۔

افسوس ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں اپنی مذہبی تقریبات اور تہواروں کے موقع پر رورعایت والا معاملہ کیا جاتا ہے، اور مذہبی امور کو انجام دینے کے لئے ہر طرح کی سہولیات مہیا کی جاتی ہیں، بلکہ کرسمس کے موقع پر چیزوں کی قیمتوں میں غیر معمولی کمی کردی جاتی ہے۔

مگر ہمارے یہاں حج کا موقع ہو، یا عمرہ کا، قربانی اور عیدین کی تیاری کا معاملہ ہو یا رمضان المبارک میں سحری وافطاری کا، ان سب عبادات کی انجام دہی انتہائی مشکل کردی جاتی ہے، اور بہت سے مسلمان سال بھر میں صرف انہی مواقع پر اپنی کمائی کا سیزن بناتے ہیں، جو کہ انتہائی افسوسناک طرزِ عمل ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود دوسری طرف حجاجِ کرام اور عمرہ کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد وہ ہے کہ جو حج اور عمرہ کے نام سے سفر، قیام وطعام ہر چیز میں بہتر سے بہتر کی تلاش میں اعلیٰ سے اعلیٰ سہولیات کی متلاشی رہتی ہے، اور اس کی خاطر بھاری بھرکم رقم خرچ کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتی، اپنے ساتھ شاپنگ کرکے اپنے،

Idara Ghufran

اپنے گھر والوں اور دوسرے جاننے والوں کے لئے قیمتی اشیاء خرید کرلانے کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔
اوران میں بہت سے لوگ وہ ہیں جو ہر سال نفلی حج وعمرہ کی خاطر یہ سب کچھ کرگزرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں، بلکہ رشوت اور کئی دوسرے گناہوں سے گزر کر اس عبادت کو انجام دینے سے بھی نہیں بچتے بلکہ جو نہ نماز کا اہتمام کرتے اور نہ ہی زکاۃ کی ادائیگی کا، مگر حج وعمرہ کی بار بار ادائیگی میں بڑے مستعد نظر آتے ہیں۔
اور حج وعمرہ کرنے والوں کی اکثری تعداد ایسی دیکھنے میں آتی ہے کہ جس کو حج وعمرہ کی سنتوں، واجبوں بلکہ فرضوں تک کا بھی علم نہیں ہوتا، اور وہ اسی حال میں ہر سال حج وعمرہ کے لئے چل پڑتے ہیں۔
اور ایک نفلی عمل کی خاطر نہ جانے کتنے فرائض، واجبات اور سنتوں کو ضائع کرتے ہیں، جبکہ آج کل حجاجِ کرام کی تعداد کے زیادہ ہونے کی وجہ سے حج کے ارکان ومناسک کی صحیح طرح ادائیگی بھی ایک مشکل مرحلہ بن کر رہ گیا ہے۔
اور اگر ان کو اس چیز کی دعوت دی جائے کہ آج کل غربت عام ہے، ایسی حالت میں نفلی حج وعمرہ پر خرچ کی جانے والی رقم غریبوں کو صدقہ کردیں، تو وہ ہرگز اس کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔
اس قسم کی بے اعتدالیاں حکمرانوں سے لے کر عوام تک میں پائی جاتی ہیں، مگر افسوس ہے کہ ان بے اعتدالیوں میں کمی تو کیا ہوتی، روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔
اور اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس قسم کی بے اعتدالیوں پر نکیر اور ان کی حوصلہ شکنی تو کیا ہوتی، طرح طرح سے حوصلہ افزائی کے اسباب پیدا کئے جارہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان بے اعتدالیوں سے امتِ مسلمہ کو نجات عطا فرمائیں، اور فہمِ سلیم کی نعمت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(سورہ بقرہ قسط ۵۷، آیت ۱۲۱)

مفتی محمد رضوان

کتابُ اللہ کا حق

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ(۱۲۱)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی، وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے، یہی لوگ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو اس کتاب کے ساتھ کفر کریں، تو وہی خسارے میں پڑنے والے ہیں (۱۲۱)

تفسیر و تشریح

بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ آیت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی، اور بعض نے فرمایا کہ ان اہلِ کتاب کے بارے میں نازل ہوئی جو تورات وانجیل میں لفظی و معنوی تحریف نہیں کیا کرتے تھے، اور ان پر صحیح ایمان رکھتے تھے، اسی لئے وہ لوگ بعد میں ایمان لے آئے، اور صحابیت کے شرف سے مستفید ہوئے۔ [۱]

بہرحال اس آیت کے نازل ہونے کا واقعہ کوئی بھی ہو، اتنی بات اس آیت سے معلوم ہوئی کہ اللہ کی کتاب پر کامل ایمان اس کی تلاوت کا حق ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اور تلاوت اتباع کے معنیٰ میں آتا ہے، جو کہ کبھی جسم کے ذریعہ سے ہوتی ہے، اور کبھی حکم ماننے کے ذریعہ

---

[۱] الَّذِینَ آتَیۡناھُمُ الۡکِتابَ ای القران قال قتادة وعکرمة هم اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم وقیل هم المؤمنون عامة او المراد به مؤمنوا اهل الکتابین قال ابن عباس نزلت فی اهل السفینة الذین قدموا مع جعفر بن ابی طالب وکانوا أربعین رجلا اثنان وثلثون من الحبشة وثمانیة من رهبان الشام منهم بحیرا -وقال الضحاک هم الذین أمنوا من الیهود منهم عبد الله بن سلام وسعیة بن عمرو وتمام بن یهودا وأسید وأسد ابنا کعب بن یامین وعبد الله بن صوریا فحینئذ الموصول للمعهود یَتۡلُونَهٗ حَقَّ تِلاوَتِهِ الضمیر راجع الی الکتاب ای یتلون الکتاب بمراعاة اللفظ عن التحریف والتدبر فی معناه والعمل بمقتضاه وقال الکلبی الضمیر راجع الی محمد صلی الله علیه وسلم ای یصفونه فی کتبهم حق صفته لمن سألهم من الناس -وهذا علی تقدیر کون المراد بالموصول مومنوا اهل الکتاب(التفسیر المظهری،تحت آیت ۱۲۱، من سورة البقرة)

سے ہوتی ہے، اور کبھی قرأت کرنے کے ذریعہ سے ہوتی ہے (پس تلاوت، قرأت سے عام ہے) [1]

اس اعتبار سے تلاوت کے حق میں اس پر ایمان لانا، اور اس میں لفظی ومعنوی تحریف سے بچنا، یعنی اس کے الفاظ ومعانی پر من وعن ایمان لانا، اور اس کی اس طرح سے اتباع کرنا کہ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا جائے ،اور اس کے مطابق عمل کیا جائے ، یہ سب چیزیں درجہ بدرجہ داخل ہیں۔ [2]

اور اس کی اچھے طریقے اور اخلاص کے ساتھ تلاوت کرنا اور اس میں تدبر اور غور وفکر کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ [3]

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے:

يُحِلُّونَ حَلَالَهُ، وَيُحَرِّمُونَ حَرَامَهُ، وَلَا يُحَرِّفُونَهُ عَنْ مَوَاضِعِهِ (مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۳۰۵۴، ج۲ ص ۲۹۲،دارالکتب العلمیة، بیروت) [4]

ترجمہ: اس کے حلال کو حلال قرار دیتے ہیں، اور حرام کو حرام قرار دیتے ہیں، اور اس میں کسی جگہ تحریف نہیں کرتے (ترجمہ ختم)

---

[1] والفرق بينهما أن التلاوة تأتي بمعنى الإتباع وهى تقع بالجسم تارة وتارة بالاقتداء فى الحكم وتارة بالقراءة وتدبر المعنى قال الراغب التلاوة فى عرف الشرع تختص باتباع كتب الله المنزلة تارة بالقراءة وتارة بامتثال ما فيها من أمر ونهى وهى أعم من القراءة فكل قراءة تلاوة من غير عكس(عمدة القارى، كتاب تفسير القرآن،باب قول الله تعالى كل الطعام كان حلا لبنى إسراء يل إلا ما حرم إسراء يل على نفسه من قبل أن تنزل التوراة قل فأتوا بالتوراة فاتلوها إن كنتم صادقين)

[2] قال عبد الله بن عباس :قوله :(يتلونه حق تلاوته ، قال : يتبعونه حق اتباعه ، يحلون حلاله ويحرمون حرامه ، ولا يحرفونه عن مواضعه .وقال قتادة : هؤلاء أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم آمنوا بكتاب الله فصدقوا به أحلوا حلاله وحرموا حرامه ، وعملوا بما فيه وقال مجاهد : يعملون به حق عمله(الايمان لابنِ مندة،ذكر صفة أصحاب رسول الله ﷺ ومنزلتهم من الإيمان واتباعهم القرآن)

[3] وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أُعْطِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوا بِهَا، وَأُعْطِيَ أَهْلُ الإِنْجِيلِ الإِنْجِيلَ فَعَمِلُوا بِهِ، وَأُعْطِيتُمُ القُرْآنَ فَعَمِلْتُمْ بِهِ وَقَالَ أَبُو رَزِينٍ :(يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلاَوَتِهِ) (البقرة121 :) : يَتَّبِعُونَهُ وَيَعْمَلُونَ بِهِ حَقَّ عَمَلِهِ ، يُقَالُ :(يُتْلَى) (النساء 127 :) " : يُقْرَأُ، حَسَنُ التِّلاَوَةِ :حَسَنُ القِرَاءَةِ لِلْقُرْآنِ "، (لاَ يَمَسُّهُ) (الواقعة79 :) : لاَ يَجِدُ طَعْمَهُ وَنَفْعَهُ إِلَّا مَنْ آمَنَ بِالقُرْآنِ، وَلاَ يَحْمِلُهُ بِحَقِّهِ إِلَّا المُوقِنُ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى :(مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا، كَمَثَلِ الحِمَارِ (ص156:) يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ القَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ، وَاللَّهُ لاَ يَهْدِي القَوْمَ الظَّالِمِينَ)(بخارى ج۹ ص ۱۵۵ ، كتاب التفسير، باب قول الله تعالى :قل فأتوا بالتوراة فاتلوها، دار طوق النجاة)

[4] قال الحاكم: " هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "
وقال الذهبى فى التلخيص :صحيح

اورحضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ، لَا تَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ وَاتْلُوهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَفْشُوهُ، وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ، وَلَا تَعْجَلُوا تِلَاوَتَهُ فَإِنَّ لَهُ ثَوَابًا (شعب الإيمان، حديث نمبر ۱۸۵۲ مرفوعاً،واللفظ لهٗ، وحديث نمبر ۱۸۵۴ موقوفاً، معرفة الصحابة لابی نعيم حديث نمبر ۴۸۱۹، مرفوعاً)[1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ (غفلت کا ذریعہ) نہ بناؤ، اوراس کی تلاوت کا جوحق ہے،اس طرح اس کی تلاوت کرورات اوردن کے اوقات میں،اور اس کو پھیلاؤ(تعلیم وتبلیغ کرو) اوراس (کے ذریعہ) سے استغناء حاصل کرو، اوراس میں غوروفکرکرو،تاکہ تم کامیابی پاؤ،اوراس کی تلاوت (کے مقصد) سے جلدی نہ کرو، کیونکہ اس کا (آخرت میں عظیم) ثواب ہے(ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید سے غافل نہ ہوجاؤ،اوراس کی رات دن جب موقع ہوتلاوت کرو،اوراس کی تبلیغ ونشرواشاعت کرو،اوراس سے اپنے مقاصدِ حسنہ حاصل کرو،اوراس کی آیات ومضامین میں غوروفکر کرو، جوکہ کامیابی کا ذریعہ ہے،اوراس کی تلاوت سے دنیا کا مقصد حاصل نہ کرو، بلکہ اخلاص کے ساتھ تلاوت کرو، کیونکہ اس کا اخروی ثواب عظیم الشان ہے، جواخلاص نہ ہونے اوراس کی تلاوت سے دنیا کو مقصود بنانے سے ضائع ہوجاتا ہے۔[2]

---

[1] قال الهيثمي:رواه الطبراني في الكبير، وفيه أبو بكر بن أبي مريم وهو ضعيف(مجمع الزوائد، ج۲ ص ۲۵۲، باب في صلاة الليل ، مكتبة القدسي، قاهرة)

عبيدة الأملوكي ويقال المليكي، شامي .روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال " :يا أهل القرآن لا توسدوا القرآن . "روى عنه المهاجر بن حبيب وسعيد بن سويد .عبيدة بن جابر بن مسلم الهجيمي .له صحبة ولأبيه أيضاً، وقد ذكرناه(الإستيعاب في معرفة الأصحاب،لابن عبد البر،باب عبيدة)

[2] قال رسول الله يا أهل القرآن خصوا بالخطاب لأنهم يجب عليهم المبالغة في أداء حقوقه أكثر من غيرهم لإختلاطه بدمهم ولحمهم ويحتمل أن يراد بهم المؤمنون كلهم لأنهم ما يخلون عن بعض القرآن أو المراد بأهل القرآن المؤمنون به كما في قوله عليه الصلاة والسلام يا أهل البقرة لا تتوسدوا القرآن أي لا تجعلوه وسادة لكم تتلون وتنامون عليه وتغفلون عنه وعن القيام بحقوقه وتتكاسلون في ذلك بل قوموا بحقه لفظا وفهما وعملا وعلما واتلوه حق تلاوته أي اقرؤه حق قراء ته أو اتبعوه حق متابعته قال النووي في شرح المهذب عن الشيخ أبي محمد الجويني وأقره لو قرأ نستعين بوقفة لطيفة بين السين والثاء حرم عليه ل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس مذکورہ تفصیل کے مطابق کتابُ اللہ کی تلاوت یعنی اتباع کرنے والے ہی اس پر صحیح اور کامل ایمان والے ہیں۔

اوراس کے برخلاف جولوگ کتابُ اللہ کا انکاراوراس میں کسی قسم کی (لفظی ومعنوی) تحریف کریں،تو وہ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

أن ذلک لیس بوقف ولا منتهی آیة عند أحد من القراء قال ابن حجر فیه دلالة علی أن کل ما أجمع القراء علی اعتباره من مخرج ومد وغیرهما وجب تعلمه وحرم مخالفته من آناء اللیل والنهار أی اتلوه تلاوة کثیرة مستوفیة لحقوقها فی ساعات اللیل والنهار واتلوه حق تلاوته حال کونها فی ساعات هذا وهذا قال الطیبی لا تتوسدوا یحتمل وجهین أحدهما أن یکون کنایة رمزیة عن التکاسل أی لا تجعلوه،وسادة تنامون عنه بل قوموا واتلوه آناء اللیل وأطراف النهار وهذا معنی قوله فاتلوه حق تلاوته وثانیهما أن یکون کنایة تلویحیة عن التغافل فإن من جعل القرآن وسادة یلزم منه النوم فیلزم منه الغفلة یغنی لا تغفلوا عن تدبر معانیه وکشف أسراره ولا تتوانوا فی العمل بمقتضاه والإخلاص فیه وهذا معنی قوله حق تلاوته إن الذین یتلون کتاب الله وأقاموا الصلاة وأنفقوا مما رزقناهم سرا وعلانیة یرجون تجارة لن تبور جامع للمعنیین فإن قوله أقاموا وانفقوا ماضیان عطفا علی یتلون وهو مضارع دلالة علی الدوام والاستمرار فی التلاوة المثمرة لتجدد العمل المرجو منه التجارة المربحة اه کلامه رحمه الله وقد أطنب ابن حجر هنا بذکر الفروع الفقهیة المتعلقة بالقرآن من تحریم توسد المصحف ومستثنیاته وتحریم مد الرجل ووضع الشیء فوقه واستدباره وتخطیه ورمیه وتصغیر لفظه وجواز تقبیله وکراهة أخذ الفال منه ونقل تحریمه عن بعض المالکیة وإباحته عن بعض الحنابلة وأمثال ذلک مما هو محله فی کتب الفتاوی والخلافیات وأغرب من هذا أنه قال وعجیب من الشارح فإنه لعدم استحضاره لکلام الأئمة الذی ذکرته تردد فی المراد بلا تتوسدوا وترددا لیس فی محله فإنه لم یعول فیه علی شیء من کلام الأئمة وإنما تکلم فیه بمجرد فهمه ولیس ذلک بحسن اه وهو مبنی علی عدم فهمه کلام الطیبی وکلام الأئمة فی الفقه الفرعی والمرء لا یزال عدوا لما جهل وقد علم کل أناس مشربهم وکل حزب بما لدیهم فرحون وکل إناء یرشح بما فیه وأفشوه أی بالجهر والتعلیم وبالعمل والکتابة والتعظیم وتغنوه أی استغنوا به عن غیره علی ما تقدم وتدبروا ما فیه أی من الآیات الباهرة والزواجر البالغة والمواعید الکاملة لعلکم تفلحون أی لکی تفلحوا أو حال کونکم راجین الفلاح وهو الظفر بالمطلوب ولا تعجلوا بتشدید الجیم المکسورة وفی نسخة بفتح التاء والجیم المشددة المفتوحة أی لا تستعجلوا ثوابه قال الطیبی أی لا تجعلوه من الحظوظ العاجلة فإن له ثوابا أی مثوبة عظیمة آجلة رواه البیهقی فی شعب الإیمان(مرقاة المفاتیح،کتاب فضائل القرآن عموما وبعض سوره وآیاته خصوصا،باب فی توابع الفضائل)

۱؎ وقوله تعالی یتلونه حق تلاوته حال مقدرة والخبر ما بعده او خبر وقوله تعالی أُولٰئِکَ یُؤْمِنُونَ بِهِ خبر بعد خبر ای بکتابهم او بمحمد صلی الله علیه وسلم وَمَنْ یَکْفُرْ بِهِ ای بالکتاب بالتحریف.او بالکفر بما یصدقه او بمحمد صلی الله علیه وسلم فَأُولٰئِکَ هُمُ الْخاسِرُونَ حیث اشتروا الکفر بالایمان(التفسیر المظهری،تحت آیت ۱۲۱، من سورة البقرة)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

عشاء کے بعد جلد سونا اور دنیاوی کاموں سے پرہیز کرنا

اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر رات کو آرام کرنے اور سونے کے لئے اور دن کو کام کاج کے لئے بنایا ہے، اس لئے فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ رات کو جلدی آرام کیا جائے، اور صبح سویرے جلدی اٹھ کر کام کاج میں مشغولی اختیار کی جائے۔

قرآن مجید کی کئی آیات اور احادیثِ مبارکہ سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔

چنانچہ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (سورہ بنی اسرآءیل آیت نمبر ۱۲ پارہ نمبر ۱۵)

ترجمہ: اور ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور ہم نے دن کی نشانی کو روشن بنایا تا کہ تم اپنے رب کا فضل (رزق) تلاش کر سکو (ترجمہ ختم)

اس آیت سے دن کے وقت کے دو مقاصد وفوائد معلوم ہوئے، ایک اُس کی روشنی میں دیکھنے کا کام لینا، اور دوسرے روزی اور معاش کا انتظام کرنا۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا (بخاری، حدیث نمبر ۵۳۵، واللفظ لهٗ، ترمذی، حدیث نمبر ۱۵۳، مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۶۷۵۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو اور عشاء کی نماز کے بعد گفتگو کرنے کو ناپسند فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

عشاء سے پہلے سونے کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے مکروہ یا قضاء ہونے، یا مستحب وقت چلے جانے یا پھر جماعت سے نماز چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے، اور رات کو کسی وقت اٹھ کر پڑھنے کی صورت میں نیند کے متاثر ہونے کا بھی خدشہ ہے۔

اور عشاء کے بعد دنیاوی گفتگو یا دنیاوی کاموں میں مشغولی سے ایک نقصان تو یہ ہے کہ صبح کے مبارک وقت سے محرومی ہوجاتی ہے، اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ بیداری کے اعمال کا اختتام دنیاوی کاموں پر ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ یہ اختتام عبادت و نماز پر ہو۔

اور یہ خرابی تو اس صورت میں ہے جبکہ فضولیات میں مشغولی اختیار کی جائے، اور اگر منکرات اور گناہوں میں مشغولی اختیار کی جائے (جیسا کہ آج کل ذرائع ابلاغ کے غیر شرعی پروگراموں میں مشغول ہوکر رات کا قیمتی وقت ضائع کیا جاتا ہے) تو اس کا ناجائز اور گناہ ہونا واضح ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ،باب تعجیل الصلوات،فتح الباری لابنِ حجر، قولہ باب ما یکرہ من النوم قبل العشاء)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جَدَبَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمَرَ بَعْدَ الْعِشَاءِ يَعْنِي زَجَرَنَا (سنن ابنِ ماجة، حديث نمبر ۶۹۵، كتاب الصلاة،باب النهى عن النوم قبل صلاة العشاء وعن الحديث بعدها، واللفظ لهٗ، مسند البزار ، حديث نمبر ۱۷۴۱، مصنف ابنِ ابى شيبة ، حديث نمبر ۶۷۴۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کے بعد گفتگو کرنے پر تنبیہ فرمائی (ترجمہ ختم)

زمانۂ جاہلیت میں (جبکہ موجودہ مصنوعی روشنیوں کا سلسلہ نہیں تھا) لوگ رات کے وقت چاند کی روشنی میں فضول گفتگو اور قصے کہانیوں میں مشغول ہوا کرتے تھے، اور اس کو ''سمر'' کہا جاتا تھا، بعد میں یہ لفظ رات کی عام گفتگو کے معنیٰ میں استعمال ہونے لگا، اور اسی حیثیت سے احادیث میں عشاء کے بعد فضول گفتگو سے منع کیا گیا، جس کی وجوہات پہلے ذکر کی جا چکی ہیں۔

(النهاية فى غريب الاثر ،باب السين مع الميم، مادةسمر،فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۹۸۸۹)

مذکورہ حدیث میں حضور ﷺ کا عشاء کے بعد فضول گفتگو پر تنبیہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت کی نظر میں یہ عمل گناہ یا کم از کم ناپسندیدہ ہے۔

(النهاية فى غريب الاثر ، باب الجيم مع الدال، مادة جدب،فتح البارى لابنِ رجب، كتاب الصلاة ،تاج العروس، مادة ج د ب)

اورحضرت سلمان بنِ ربیعہ فرماتے ہیں:

قَالَ لِی عُمَرُ :یَا سَلْمَانُ ، إِنِّی أَذُمُّ لَکَ الْحَدِیثَ بَعْدَ صَلاَۃِ الْعَتَمَۃِ(مصنف ابنِ ابی شیبہ ،حدیث نمبر ۶۷۴۲ ، کتاب الصلاۃ، باب مَنْ کَرِہَ السَّمَرَ بَعْدَ الْعَتَمَۃِ)

ترجمہ: مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے سلمان میں آپ کے لئے عشاء کی نماز کے بعد گفتگو کرنے کو برا سمجھتا ہوں (ترجمہ ختم)

اورحضرت خرشہ بن حرفزاری فرماتے ہیں:

رَأَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَضْرِبُ النَّاسَ عَلَی الْحَدِیثِ بَعْدَ الْعِشَاءِ ، وَیَقُولُ : أَسَمَرٌ أَوَّلَ اللَّیْلِ وَنَوْمٌ آخِرَہُ ؟ (مصنف ابنِ ابی شیبہ ،حدیث نمبر ۶۷۴۴، کتاب الصلاۃ، باب مَنْ کَرِہَ السَّمَرَ بَعْدَ الْعَتَمَۃِ)

ترجمہ: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ لوگوں کو عشاء کے بعد گفتگو کرنے پر مارتے تھے، اور فرماتے تھے کہ کیا رات کے اول حصے میں گفتگو اور آخری حصے میں نیند؟ (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب رات کے اول حصہ میں گفتگو اور فضولیات میں مشغولی ہوگی، تو اس کا لازمی نتیجہ رات کا آخری مبارک حصہ نیند کی مشغولی اور عبادت سے محرومی بلکہ بعض اوقات فجر کی نماز کے ضائع ہونے کی شکل میں نکلے گا۔

اورحضرت قاسم بن ایوب کہتے ہیں:

کُنْتُ أَکُونُ مَعَ سَعِیدِ بْنِ جُبَیْرٍ فَأُصَلِّی بَعْدَ الْعِشَاءِ أَرْبَعَ رَکَعَاتٍ ، فَأُکَلِّمُہُ فَلاَ یُکَلِّمُنِی حَتَّی یَنَامَ (مصنف ابنِ ابی شیبہ ،حدیث نمبر ۶۷۴۷، کتاب الصلاۃ، باب مَنْ کَرِہَ السَّمَرَ بَعْدَ الْعَتَمَۃِ)

ترجمہ: میں حضرت سعید بن جبیر کے ساتھ ہوتا تھا، پس میں عشاء کے بعد چار رکعت پڑھتا تھا، پھر ان سے کلام کرتا تھا، تو وہ مجھ سے کلام نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ سو جاتے تھے (ترجمہ ختم)

اورحضرت مغیرہ فرماتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ الْكَلاَمَ بَعْدَ الْعِشَاءِ (مصنف ابنِ ابی شیبه ،حدیث نمبر ۶۷۴۸،کتاب الصلاة، باب مَنْ كَرِهَ السَّمَرَ بَعْدَ الْعَتَمَةِ)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی عشاء کے بعد گفتگو کرنے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابووائل اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى حُذَيْفَةَ ، فَدَقَّ الْبَابَ فَخَرَجَ إِلَيْهِ حُذَيْفَةُ ، فَقَالَ :مَا جَاءَ بِكَ ؟ فَقَالَ :جِئْت لِلْحَدِيثِ ، فَسَفَقَ حُذَيْفَةُ الْبَابَ دُونَهُ ، ثُمَّ قَالَ :إِنَّ عُمَرَ جَدَبَ لَنَا السَّمَرَ بَعْدَ صَلاَةِ الْعِشَاءِ (مصنف ابنِ ابی شیبه ،حدیث نمبر ۶۷۴۹،کتاب الصلاة، باب مَنْ كَرِهَ السَّمَرَ بَعْدَ الْعَتَمَةِ)

ترجمہ: ایک آدمی (عشاء کے بعد) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے،اور فرمایا کہ آپ کس لئے آئے ہیں، تو اس نے کہا کہ میں گفتگو کرنے کے لئے آیا ہوں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کو باہر چھوڑ کر دروازہ بند کر دیا، پھر فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں عشاء کی نماز کے بعد گفتگو کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے (ترجمہ ختم)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے بعد دنیاوی گفتگو اور دنیاوی کاموں میں مشغولی شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں،اور خیرالقرون کے دور میں عشاء کے بعد گفتگو اور فضولیات میں مشغولی کا رواج نہیں تھا۔

البتہ کسی دینی ضرورت کے تحت، بقدرِ ضرورت عشاء کے بعد گفتگو کرنے کی اجازت ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَا سَمَرَ بَعْدَ الصَّلَاةِ -يَعْنِي :الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ -، إِلَّا لِأَحَدِ رَجُلَيْنِ :مُصَلٍّ، أَوْ مُسَافِرٍ "(مسند احمد، حدیث نمبر ۳۶۰۳، وقال فی حاشیته :حدیث حسن)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد گفتگو (کرنے کی اجازت) نہیں ہے، مگر دو آدمیوں کے لئے ، ایک نماز پڑھنے والے کے لئے، اور دوسرے مسافر کے

لئے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ایک تیسرے شخص کا بھی ذکر ہے۔

جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت : السمر لثلاثة :لعروس أو مسافر أو متهجد باللیل (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، حدیث نمبر ۴۷۵۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رات کو گفتگو تین قسم کے لوگوں کو جائز ہے، ایک باہم نئے دولہا و دلہن کو، دوسرے مسافر کو، تیسرے رات کو نماز پڑھنے والے کو (ترجمہ ختم)

دولہا اور دولہن کو باہمی گفتگو کرنے کی ضرورت تو واضح ہے۔

اور مسافر کو سفر کی حالت میں اپنا سفر جاری رکھنے اور اپنے سامان وغیرہ کی حفاظت کے لئے جاگنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اور جو نماز پڑھنے والا ہو، اس کو گفتگو کرنے کے بعد نماز پڑھنے سے اس کے بیداری کے اعمال کا اختتام نماز وعبادت پر ہو جاتا ہے۔

اس لئے ان لوگوں کو رات میں گفتگو کی اجازت دی گئی۔

اور جو اسی قسم کی دوسری ضروریات ہیں، وہ بھی مذکورہ حکم میں داخل ہیں، بالخصوص جبکہ کوئی اہم مشورہ ہو، یا دینی گفتگو ہو، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الکراهة، باب الحدیث بعد العشاء الآخرة)

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمُرُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فِي الْأَمْرِ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ وَأَنَا مَعَهُمَا (ترمذی، حدیث نمبر ۱۵۴ ،واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابی شیبة حدیث نمبر ۶۷۵۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کے اجتماعی معاملات

---

[1] قال الهیثمی:

رواہ أبو یعلی ورجاله رجال الصحیح(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۴)

میں عشاء کے بعد گفتگو فرمالیا کرتے تھے، اور میں ان دونوں حضرات کے ساتھ موجود ہوا کرتا تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوبکر بن ابی موسیٰ سے مروی ہے:

أَنَّ أَبَا مُوسَى أَتَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَعْدَ الْعِشَاءِ ، قَالَ :فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ :مَا جَاءَ بِكَ ؟ قَالَ :جِئْتُ أَتَحَدَّثُ إِلَيْكَ ،قَالَ :هَذِهِ السَّاعَةَ ؟ قَالَ :إِنَّهُ فِقْهٌ ، فَجَلَسَ عُمَرُ ، فَتَحَدَّثَا لَيْلاً طَوِيلاً (مصنف ابنِ ابی شیبه ،حدیث نمبر ۶۷۵۶ ،کتاب الصلاة، باب مَنْ رَخَّصَ فِي ذَلِكَ.)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ ،حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس عشاء کے بعد حاضر ہوئے ،ان کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کس وجہ سے تشریف لائے ہیں، انہوں کہا کہ میں آپ سے گفتگو کرنے آیا ہو، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت گفتگو کا کیا کام؟ حضرت ابوموسیٰ نے عرض کیا کہ وہ فقہ (دین) کی بات ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے ،اور دونوں نے رات کو طویل وقت تک گفتگو کی (ترجمہ ختم)

اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا یہ قول مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لاَ بَأْسَ بِالسَّمَرِ فِي الْفِقْهِ (مصنف ابنِ ابی شیبه ،حدیث نمبر ۶۷۶۲ ،کتاب الصلاة، باب مَنْ رَخَّصَ فِي ذَلِكَ)

ترجمہ: عشاء کے بعد فقہ کے سلسلہ میں گفتگو کرنے میں کوئی حرج نہیں (ترجمہ ختم)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ رات کو عشاء کے بعد کا وقت فضولیات کی نذر نہ کیا جائے ،اور خاص طور پر گناہوں اور منکرات سے پرہیز کیا جائے ،اور عشاء کے بعد جلدی سوکر رات کے آخری حصے کو عبادت کے لئے فارغ کیا جائے، یا کم از کم صبح فجر کے وقت بیدار ہوکر نماز وعبادت میں مشغول ہوا جائے۔

افسوس کہ آج کل شریعت کی اس تعلیم پر عموماً عمل کا اہتمام نہیں رہا، خاص کر شہری زندگی میں بجلی کی مصنوعی روشنیوں میں گھوم پھر کر اور فضول کلام وکام میں مشغول ہونے بلکہ طرح طرح کے منکرات میں ملوث ومبتلا ہوکر رات کا قیمتی وقت برباد کردیا جاتا ہے، جوکہ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ ہے، اور اس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

مقالات و مضامین (اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ قسط ۱۳) مفتی محمد امجد حسین

گھٹن والی زندگی

محققین اہلِ علم، بزرگانِ دین نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں والی زندگی اختیار کرنے کی وجہ سے خود دنیوی زندگی میں اس کے جو برے اثرات اور تلخ ثمرات رونما ہوتے ہیں، اور نافرمان انسان زندگی پھر ان کا جو خمیازہ بھگتتا رہتا ہے، قرآن وحدیث کی عبارات واشارات اور شریعت کے اصولوں کی روشنی میں ان کو واضح کیا ہے، ہم ذیل میں ان (نتائجِ بد) میں سے اہم اہم اور قابلِ ذکر اثرات کی پہلے ایک اجمالی فہرست پیش کرتے ہیں، پھر الگ الگ ان کی کچھ تفصیل بھی کریں گے، اور اپنی عملی زندگیوں میں ان کا جائزہ لیں گے، ان اثرات سے کم وبیش ہم میں سے اکثر لوگوں کو سابقہ پڑتا ہے، لیکن حسی و مادی ماحول اور بے دینی کے عام شیوع ورواج کا خول ہماری سوچ وفکر اور عقل ودماغ اور حواس پر ایسے چڑھا ہوتا ہے، کہ ہم اس کے ظاہری اسباب میں ہی بھٹک جاتے ہیں، اور پھر ان کے ازالے کی ظاہری، حسی تدابیر اختیار کرنے کو کافی سمجھ بیٹھتے ہیں، ذرا حقیقت بین نظر اور عبرت وبصیرت کی نگاہ سے ہم اس کے اصل اسباب کا کھوج لگائیں، اور شریعت نے ''مکافاتِ عمل''، ''جزائے اعمال'' اور ''عمل وردِ عمل'' کے جو قوانین روحانی پیرائے میں بیان کئے ہیں۔ [۱]

ان کے تناظر میں ہم اپنے احوال کا جائزہ لیں تو ہمیں اپنی دنیوی پریشانیوں، مصائب اور مسائل کے ظاہری اسباب سے ہٹ کر اصل اسباب اور بنیادی وجوہ بھی سمجھ آنے لگیں گی، پھر خود شریعت نے ان مصائب ومسائل کے ازالے کے لئے، ان امراض سے شفایابی کے لئے جو تیر بہدف روحانی نسخے تجویز کئے ہیں، ان کو سمجھ کر عمل میں لائیں، آزمائیں اور استعمال کریں تو مرض بیخ وبن سے اکھڑ جائے گا، اور

---

[۱] قرآن مجید میں اقوامِ ماضیہ پر اللہ کے عذابات اور پکڑ وگرفت کے بعض واقعات ذکر کرنے کے بعد واضح فرمایا گیا ہے کہ یہ دنیوی سزا خود ان کے جرائم ونافرمانیوں کے نتیجے میں ان پر مسلط کی گئی، یہ آیات تفسیر وتاریخ کے طالب علموں کو دنیوی زندگی میں قدرت کے قوانین مکافاتِ عمل کو سمجھنے کے لئے بہت بڑی بنیاد فراہم کرتی ہیں، فھل من مدکر؟ اس نوع کی بعض آیات ملاحظہ ہوں:

فلما عتو عما نھوا عنہ، قلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین (اعراف ۱۶۶) فلما آسفونا انتقمنا منھم (زخرف ۵۵) ذلک بما قدمت ایدیکم (آل عمران ۱۸۲) بما کنتم تعلمون (جمعۃ ۸) ذلک جزاء ھم بانھم کفروا بایاتنا (بنی اسرائیل ۹۸) فعصو رسول ربھم فاخذھم اخذۃ الرابیۃ (الحاقۃ ۱۰) فکذبوھما فکانوا من المھلکین (مومنون ۴۸)

ہماری زندگیاں سسکنے کے بجائے سکھی وپرسکون ہوجائیں گی، گھروں میں، گھرانوں میں، برادریوں اور خاندانوں میں، پوری سوسائٹی اور معاشرے میں امن وسکون، پیار ومحبت، اخلاص وخیر خواہی، ایثار وقربانی، غم خواری وغم گساری کی ہوائیں چلنے لگیں گی۔

نافرمانی کے بعض دنیوی اثرات کی اجمالی فہرست

(۱)......عمر وزندگی میں بے برکتی، رزق وروزی میں کمی اور بے برکتی **(۲)**......دل وجسم میں کمزوری وبے چینی **(۳)**......عقل میں خلل اور ٹیڑھ پن (فساد) پیدا ہونا **(۴)**......اللہ کی بارگاہ میں قدر وقیمت گرجانا **(۵)**...... اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور لعنت کا مورِد ومستحق بننا **(۶)**......فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہوجانا **(۷)**......شیاطین اور شریر مخلوق کا مسلط ہوجانا **(۸)**......گناہ کے اثرات سے دوسری مخلوقات کا متاثر ہونا (جس کی وجہ سے ان کی بددعا اور ضرر کا وبال پڑنا **(۹)**......نافرمانی کا عادی ہوجانے کی وجہ سے اس کے گناہ ہونے کا احساس ختم یا کمزور ہوجانا اور پھر توبہ کی توفیق نہ ملنا (جس کی وجہ سے دنیا کے ساتھ آخرت بھی برباد ہوجاتی ہے) **(۱۰)**......اللہ کے دشمنوں (کافروں، فاسقوں) کے ساتھ صورت وسیرت میں مشابہت وموافقت پیدا ہوجانا (جو ایک مسلمان کے لئے بڑی عبرت اور شرم کی بات ہے) **(۱۱)**......لوگوں میں گناہ عام ہوجانے کی وجہ سے اس کے اثرات ساری دنیا میں پھیلنا اور سارا ماحول فاسد وخراب ہونا (جس کی وجہ سے طرح طرح کی مصیبتیں اور بلائیں ظاہر ہونا) **(۱۲)**......اللہ کی عظمت وبڑائی کا، اللہ کے خوف اور محبت کا دل سے نکل جانا (جوکہ مومن کے لئے بڑی پونجی اور سرمایہ ہے) **(۱۳)**...... حیاء اور غیرت سے محروم ہونا **(۱۴)**......نعمتوں سے محروم ہوتے چلے جانا اور مصیبتوں کا شکار ہوتے چلے جانا **(۱۵)**......دل کے اطمینان کا رخصت ہوجانا **(۱۶)**......صحیح علم اور نورِ ایمان سے محروم ہونا (پنجابی میں جسے کہتے ہیں ''رب رُسے تے مت کھسے'' نافرمانوں کی مت ماری جاتی ہے) **(۱۷)**...... اللہ تعالیٰ سے وحشت پیدا ہونا **(۱۸)**...... نیک اور دیندار لوگوں سے وحشت وناگواری پیدا ہونا، ان سے دور دور رہنا، دور بھاگنا **(۱۹)**......اللہ کی رحمت سے ناامید ہوتے چلے جانا **(۲۰)**......مرتے وقت کلمہ سے محروم ہونا۔

تمہیں اے اہلِ دنیا! ہم نے ہنستے بھی کبھی دیکھا ہے ہزاروں غم بھی پنہاں ہیں مگر زیرِ لب خنداں

(جاری ہے......)

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (تیرہویں وآخری قسط)

(۳۶)......رابطہ عالمِ اسلامی کی مجمع الفقہ الاسلامی کی قرارداد کا حوالہ

رابطہ عالمِ اسلامی کی مجمع الفقہ الاسلامی نے 18 درجے زیرِ اُفق کے مطابق ایک قرارداد منظور کی، جس کا مضمون درج ذیل ہے:

أَمَّا بَعْدُ :فَإِنَّ مَجْلِسَ الْمَجْمَعِ الْفِقْهِيِّ الْإِسْلَامِيِّ فِيْ دَوْرَتِهِ التَّاسِعَةِ الْمُنْعَقِدَةِ بِمَبْنٰى رَابِطَةِ الْعَالَمِ الْإِسْلَامِيِّ فِيْ مَكَّةَ الْمُكَرَّمَةِ فِي الْفَتْرَةِ مِنْ يَّوْمِ السَّبْتِ ۱۲ رَجَب ۱٤۰٦ھ إِلٰى يَوْمِ السَّبْتِ ۱۹ رَجَب ۱٤۰٦ ھ قَدْ نَظَرَ فِيْ مَوْضُوْعِ "أَوْقَاتِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ لِسُكَّانِ الْمَنَاطِقِ ذَاتِ الدَّرَجَاتِ الْعَالِيَّةِ."

وَمُرَاعَاةً لِرُوْحِ الشَّرِيْعَةِ الْمَبْنِيَّةِ عَلَى التَّيْسِيْرِ وَرَفْعِ الْحَرَجِ وَبِنَاءً عَلٰى مَا أَفَادَتْ بِهٖ لُجْنَةُ الْخُبَرَاءِ الْفَلَكِيِّيْنَ، قَرَّرَ الْمَجْلِسُ فِيْ هٰذَا الْمَوْضُوْعِ مَا يَلِيْ:

أَوَّلًا .دَفْعًا لِلْاِضْطِرَابَاتِ النَّاتِجَةِ عَنْ تَعَدُّدِ طُرُقِ الْحِسَابِ، يُحَدَّدُ لِكُلِّ وَقْتٍ مِّنْ أَوْقَاتِ الصَّلَاةِ اَلْعَلَامَاتُ الْفَلْكِيَّةُ الَّتِيْ تَتَّفِقُ مَعَ مَا أَشَارَتِ الشَّرِيْعَةُ إِلَيْهِ، وَمَعَ مَا أَوْضَحَهٗ عُلَمَاءُ الْمِيْقَاتِ الشَّرْعِيِّ فِيْ تَحْوِيْلِ هٰذِهِ الْعَلَامَاتِ إِلٰى حِسَابَاتٍ فَلْكِيَّةٍ مُتَّصِلَةٍ بِمَوْقَعِ الشَّمْسِ فَوْقَ الْأُفُقِ أَوْ تَحْتَهٗ، كَمَا يَلِيْ:

اَلْفَجْرُ :وَيُوَافِقُ بُزُوْغُ أَوَّلِ خَيْطٍ مِّنَ النُّوْرِ الْأَبْيَضِ وَانْتِشَارِهٖ عَرْضًا فِى الْأُفُقِ "اَلْفَجْرُ الصَّادِقُ "وَيُوَافِقُ الزَّاوِيَةَ۱۸ تَحْتَ الْأُفُقِ الشَّرْقِيِّ (الخلاصة فی فقه الأقليات، ج۳ص ۴۵،الباب الثالث صناعة الفتوىٰ وفقه الاقليات، جمع وإعداد:الباحث فی القرآن والسنة،علی بن نايف الشحود)

ترجمہ: امابعد! مجمع الفقہ الاسلامی کی مجلس نے اپنے نویں دور میں جو رابطہ عالمِ اسلامی کی طرف سے مکہ مکرمہ میں مورخہ ۱۲/ رجب ۱۴۰۶ھ بروز ہفتہ سے ۱۹/ رجب ۱۴۰۶ھ بروز ہفتہ

تک جاری رہا، جس میں اونچے درجات کے علاقوں میں رہنے والوں کے نماز روزے کے اوقات کے موضوع پر غور فکر کیا گیا۔

شریعت کی آسانی پر مبنی روح کی رعایت اور رفعِ حرج کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور ماہرینِ فلکیات کی جماعت سے استفادہ کرتے ہوئے مجلس نے اس موضوع پر درجِ ذیل قرارداد منظور کی۔

حساب کے مختلف طریقوں کے نتائج سے پیدا ہونے والے اضطرابات کو دور کرنے کے لئے نمازوں کے اوقات میں سے ہر وقت کی تحدید متفقہ فلکی علامات کے ذریعہ سے کردی جائے، جن کی طرف شریعت نے بھی اشارہ کیا ہے، اور شرعی اوقات کے ماہر علماء نے فلکی حسابات میں جن علامات کو واضح کیا ہے، جو کہ سورج کے افق کے اوپر یا نیچے کسی خاص مقام پر متصل ہونے کے بارے میں ہیں، اور وہ یہ ہیں:

فجر جو سفید روشنی کے خطِ اول کے ظاہر ہونے اور اس کے افق پر عرضاً منتشر ہونے کے ساتھ متعلق ہے، جس کو فجرِ صادق کہا جاتا ہے، اس وقت سورج کا زاویہ مشرقی افق میں 18 درجے نیچے ہوتا ہے (ترجمہ مکمل)

(۳۷)......مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی صاحب کا حوالہ

پاکستان کے مشہور و مستند عالمِ دین اور ماہرِ فلکیات زبدۃ المحققین حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۱۹ھ) فرماتے ہیں:

فجرِ صادق شرقی اُفق کے کنارے کنارے عریض اور پھیلی ہوئی روشنی کا نام ہے۔

اس کی ابتداء میں چونکہ روشنی نہایت مدہم ہوتی ہے، اس لئے اس کے مبدأ کا پتہ لگانا متعدد ایام تک مسلسل تجربہ و مشاہدہ کے بغیر نہایت مشکل ہے۔

فجر کی ابتداء فنِ ھیئت کے اصولوں کے پیشِ نظر اس وقت ہوتی ہے، جبکہ:

(۱)......آفتاب کا فاصلہ اُفقِ شرقی سے نیچے کی طرف ۱۸ درجے ہو، عند بعض العلماء، اور یہ قول زیادہ محقق ہے۔

(۲)......یا ۱۷ درجے ہو، جیسا کہ بعض ماہرین کی رائے ہے۔

(۳)......یا ۱۹ درجے ہو، جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے۔

(۴)...... یا۱۵درجے ہو، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے (الھیئۃ الکبریٰ مع شرحھا سماء الفکری، الجزء الاول، ص۱۳۲، ناشر: ادارہ تصنیف وادب، جامعہ اشرفیہ، لاہور، طبع ثانی: ۱۴۲۵ھ، مطابق 2004ء)

(۳۸)......مولانا سید علی الزینبی الامروہوی کا حوالہ

حضرت مولانا سید علی الزینبی الامروہوی رحمہ اللہ (سابق معلم ندوۃ العلماء، وجامعہ لکھنؤ، وناظم مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ) فرماتے ہیں:

واعلم ان الهيئة قديما وحديثا قد صرحوا واتفقوا على ان الصبح الصادق يطلع حين كون الشمس على بعد ثمانى درجة من الافق تحته وكذا الشفق يغيب بعد انحطاط الشمس بهذا المقدار من الافق وقد استشهدوا فيه بالتجربة الصحيحة ، فاذا اردنا استخراج وقت الصبح الصادق او العشاء عند ابى حنيفة رحمه الله فعلينا ان نفرض بعد الشمس فى هذا الوقت مائة وثمانى درجة تسعين من سمت الرأس الى الافق وثمان عشرة درجة تحت الافق ونضيف اليه درجة للكسور المذكورة قبل فصارت مائة وتسع درجات (كتاب تخريج الاوقات للصيام والصلاة، صفحه نمبر ۵، مطبوعة: سرفراز قومى پريس، لكهنؤ، انڈيا)

ترجمہ: یہ بات جان لیجئے کہ قدیم اور جدید اہلِ ھیئت نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے، اور اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ صبح صادق اس وقت طلوع ہوتی ہے، جبکہ سورج افق سے نیچے ۱۸ درجے کی دُوری پر ہوتا ہے، اور اسی طریقہ سے شفق اتنی مقدار کے سورج کے افق سے نیچے چلے جانے کی دوری پر غائب ہوتی ہے، اور اہلِ ھیئت نے صحیح تجربہ کے ذریعہ سے اس کا مشاہدہ کیا ہے، پس جب ہم صبح صادق یا امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشاء کے وقت کی تخریج کرنا چاہیں، تو ہمارے اوپر یہ ضروری ہوگا کہ ہم اس وقت میں سورج کی دوری کو اس وقت میں ایک سو آٹھ درجات کی دوری پر فرض کریں، ۹۰ درجات سمت الرأس سے افق تک، اور ۱۸ درجے افق سے نیچے، اور اس سے قبل اس کی طرف ایک درجہ کا مذکورہ کسور کے لئے اضافہ کریں، تو یہ کل ایک سو نو درجات ہو جاتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس عبارت سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ ۱۸ درجہ پر صبح صادق کے طلوع اور شفقِ ابیض کے غروب

Idara Ghufran

ہونے پر قدیم وجدید اہلِ ھیئت کا اتفاق ہے، اوران کی یہ تحقیق صحیح مشاہدات کے نتیجہ میں صحیح تجربہ پر مبنی ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار ماہرین واکابر کی تحریرات وتصریحات سے ۱۸درجے پر ہی صبح صادق کا ہونا معلوم ہوتا ہے، مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حکیم الامت حضرت تھانوی اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہم اللہ، یہاں تک کہ جناب فاضل احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بھی ۱۸درجے پر صبح صادق ہونے کو ترجیح دی ہے۔

نیز حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ،حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب ، جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب، اور جناب شبیر احمد کاکاخیل صاحب زیدمجدہم وغیرہ کی تحقیق بھی ۱۸درجے پر صبح صادق ہونے کی ہے۔

جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''صبح صادق وکاذب اوروقتِ عشاء کی تحقیق'' کے چوتھے ایڈیشن میں باحوالہ ذکرکردی ہے۔

اوراس سلسلہ میں کئی پیدا شدہ شبہات کے جوابات بھی ذکرکردیئے ہیں۔

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

سہارنپور کا سفر (تیسری وآخری قسط)

سہارنپور پہنچ کر چار پانچ روز کے بعد مجھے بخار ہوگیا تھا، جس کی وجہ سے کہیں زیادہ آمدورفت نہیں ہوسکی، اور ویزا میں بھی زیادہ مقامات پر آمدورفت کی گنجائش نہیں تھی، تاہم ہندوستان میں قیام کے دوران بحمداللہ تعالیٰ مختلف مدارس اور اہلِ علم حضرات کی زیارت نصیب ہوئی، شوال کے مہینے میں دینی مدارس میں نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوتا ہے، اس لئے ہمارے قیام کے زمانہ میں مدارس میں داخلوں کا سلسلہ جاری تھا، مگر ان دنوں ہندوستان میں بابری مسجد کے عدالتی فیصلے کے باعث ہندومسلم فسادات کا خطرہ تھا، جس کی وجہ سے مدارس میں بروقت طلبہ کی آمد میں مشکلات تھیں، اوراسی وجہ سے داخلوں کی تاریخ میں توسیع کردی گئی تھی۔

الحمدللہ تعالیٰ ہندوستان میں دینی مدارس اور علمی ماحول کافی بہتر ہے، اور مروجہ سیاسی وغیر سیاسی تحریکات کی طرف مدارس اور طلبہ کی وابستگی کا رجحان بہت کم ہے، بلکہ ہمارے ملک کے مقابلہ میں وہاں تحریکات کی تعداد بھی کم ہے، جس کی وجہ سے علماء وطلبہ کی علمی عملی استعداد بہت بہتر اور مزاج بھی معتدل ہے۔

اور اس کے برخلاف ہمارے ملک میں مروجہ تحریکات کی طرف رجحان کے نتیجہ میں ایک طرف تو علمی استعداد میں کمی پائی جاتی ہے، اور دوسری طرف اہلِ علم کے مزاج میں تشدد اور غلو بھی زیادہ پایا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے مختلف اہلِ علم حضرات نے ہمارے ملک میں موجود پر تشدد فضا کی شکایت کی، خاص طور پر خود کش حملے جو ہمارے ملک میں ایک عرصہ سے جاری ہیں، ان کے بارے میں وہاں کے اہلِ علم خاص طور پر اور دوسرے مسلمان بہت فکر مند تھے، اور یہ بات زبان زدعام تھی کہ پاکستان کو تو خود وہاں کے مسلمان ہی اپنے ہاتھوں سے تباہ کرنے کے لئے کافی ہیں، کسی دوسرے کو تباہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

علمی اعتبار سے بھی وہاں کے اہلِ علم حضرات مروجہ خودکش حملوں کے حق میں نہیں ہیں، اوران کے خلاف علمی دلائل پیش کرتے ہیں، اسی طرح ہمارے ملک میں بعض دیگر جہادی عنوان سے ہونے والے اقدامات سے بھی وہ حضرات مطمئن نہیں ہیں۔

نیز ہمارے ملک کے بہت سے علماء کا جو عمومی مزاج پر تشدد تحریکوں کو ہوا دینے کا ہے، وہ حضرات اس کے

بھی سخت خلاف ہیں۔

ہندوستان مصنوعات کے شعبہ میں ہمارے ملک سے بہت آگے ہے، اور ہر چھوٹی بڑی ضرورت کی چیزوں کو تیار کرنے میں دوسرے ملکوں سے بے نیاز ہو کر خود کفیل اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہے، ہر ہر چیز میں ایک سے زیادہ ورائیٹیاں دستیاب ہیں، اور امیروں سے لے کر غریبوں تک کی شایانِ شان مصنوعات مہیا ومیسر ہیں۔

روزمرہ کی زندگی میں استعمال ہونے والی چیزیں ہر جگہ بآسانی دستیاب ہیں، اور معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ قیمت بھی بہت مناسب ہے، وہاں پر ہمارے ملک کی طرح ملٹی نیشنل کمپنیوں کی جاگیرداری والا کھاتہ دیکھنے میں نہیں آیا، اگر ہندو پاکستان کے تعلقات میں بہتری پیدا ہوجائے تو یہاں کے باشندے بھی وہاں کی سستی مصنوعات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ہندوستان کے باشندوں میں ایک چیز جو ہمارے ملک کے باشندوں کے مقابلہ میں محسوس ہوئی، وہ جفاکشی اور محنت کا جذبہ ہے، چنانچہ وہاں کے لوگ جفاکشی کے عادی ہیں، صبح سویرے سے کام کاج شروع کردیتے ہیں، اور مختلف شعبوں میں انتہائی محنت سے کام کرتے ہیں، اور کام کاج کے دوران فضولیات سے پرہیز رکھتے ہیں۔

اس طرح کی چیزیں اور حالات دیکھ کر اپنے ملکی حالت کے بارے میں کافی دکھ ہوتا ہے کہ جو کام ایک مسلمان ملک ہونے کی نسبت سے ہمارے یہاں ہونے چاہئیں تھے، ان کا ہمارے ملک میں تو نام ونشان نہیں، اور کافروں کے پڑوسی ملک میں روز بروز ان کاموں میں اضافہ اور ترقی ہو رہی ہے۔

ہمارے یہاں سیاست سے لے کر معاشرت تک کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ جس کو دوسرے کے لئے مثالی بنا کر پیش کیا جاسکے، بلکہ ہر شعبہ جس قدر ناگفتہ بہ حالت سے دوچار ہے، اس کی وجہ سے دوسروں کے سامنے شرم سے گردن جھک جاتی ہے۔

ان حالات میں بجائے اس کے کہ ہم مایوسی کی دبیز چادریں اوڑھ کر ان میں لپٹ جائیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شعبہ سے منسلک ملکی باشندہ اپنے ملک کی ترقی وخوش حالی اور بہتری کے لئے دامے، درمے، سخنے اپنا کردار ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

مورخہ 11/ اکتوبر 2010ء، ۲/ ذوالقعدۃ/ ۱۴۳۱ھ بروز پیر براستہ واہگہ بارڈر بحمداللہ تعالیٰ بخیر وعافیت واپسی ہوئی۔

مقالات و مضامین

مفتی منظور احمد

سودی لین دین سے پرہیز کیجئے (قسط۳)

سود کے نقصانات بنیادی طور پر دوطرح کے ہیں،ایک وہ جنکا تعلق انسانی اخلاق سے ہےاور وہ انسان کے اخلاق کوتباہ کرتے ہیں،دوسرے وہ کہ جن کا تعلق معیشت سے ہےاور وہ معیشت میں انتہائی ناہمواریاں پیدا کر کے اسے تباہی کے دہانے پر پہنچا دیتے ہیں،اب ان دونوں کا اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

سود کے اخلاقی نقصانات

سود کے اخلاقی نقصانات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)......اسلام ایک ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے کہ جو افراد کے درمیان ایثار،تعاون اور بھائی چارے،رحم وکرم اور محبت ومودت کی بنیاد پر قائم ہو،جسمیں لوگ مصیبت میں ایک دوسرے کے کام آئیں ،غریبوں اورناداروں کی امداد کریں۔

جبکہ سود ان تمام اخلاقی قدوروں کو پامال کر کے انسان کے اندر خودغرضی،بےرحمی اور سنگدلی جیسی صفات پیدا کرتا ہے چنانچہ کسی ضرورت مند کو اگر قرضے کی ضرورت ہےتو شریعت اس بات پر زور دیتی ہے کہ اولاً تو اسکی بےلوث ہو کر مدد کی جائے،جسے صدقہ کہا جاتا ہے،اس کی حدیث میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ(......فذكر منهم) **رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ**(بخاری، ج۲ص ۱۱۱، باب الصدقة باليمين)

سات لوگ ایسے ہیں،جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھیں گے،جب ان کے علاوہ کسی کا سایہ نہ ہوگا،جن میں سے ایک شخص وہ ہے جس نے اس طرح چھپا کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ دائیں ہاتھ سے کیا خرچ ہوا۔

Idara Ghufran

اگرایسانہیں کیاجاسکتا تو اسے قرض حسنہ دے کراس کی مدد کی جائے،جس کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے،چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُقْرِضُ مُسْلِمًا قَرْضًا مَرَّتَيْنِ إِلَّا كَانَ كَصَدَقَتِهَا مَرَّةً (ابنِ ماجة، ج۲ص ۸۱۲، باب القرض)

جوبھی مسلمان کسی مسلمان کو دومرتبہ قرض دیتاہے،اسے ایک مرتبہ(اتنی رقم)صدقہ کرنے کا ثواب ملتاہے۔

جبکہ سودخوراس صورت میں بھی ضرورت مندکوسود پرقرضہ دینے کے علاوہ کسی صورت پر تیار نہیں ہوتا بلکہ ضرورت مندکواسکی ضرورت کی وجہ سے اس کومنہ مانگے سود پرقرض دینے کی کوشش کرتا ہے۔

(۲)......اگرکسی کوقرضہ دیدیاجائے اوراسے کوئی مالی نقصان ہوجائے توشریعت کاحکم یہ ہے کہ یاتواس کو بالکل معاف کردیاجائے اگرمعاف نہیں کرتا توکم ازکم اسے مزید مہلت دیدی جائے تاکہ وہ اس مہلت میں سنبھل جائے اورقرض اداکرنے کے قابل ہوجائے،چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (سورة البقرة آيت ۲۸۰)

اوراگرکوئی تنگ دست (قرض دار) ہوتواس کاہاتھ کھلنے تک مہلت دینی ہے،اورصدقہ (معاف)ہی کرودتویہ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے،بشرطیکہ تم سمجھو۔

اوررسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایاکہ:

مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ، أَظَلَّهُ اللهُ فِي ظِلِّهِ (مسلم ۴ص ۲۳۰۱، حديث نمبر ۷۴)

جس شخص نے تنگ دست کومہلت دی،یااسے معاف کردیاتواللہ تعالیٰ اسے اپنے سائے میں جگہ دیں گے۔

جبکہ سودخورکوتواپنے نفع سے غرض ہوتی ہے وہ معاف کرنایامہلت دیناتوکجااپنے سود میں اضافہ کرتاچلاجاتا ہے،جسکی وجہ سے مقروض پردگناچوگناقرض چڑھ جاتاہے۔

(۳)......سود کے نتیجے میں جب لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ فاضل سرمایہ اس قدرنفع بخش ہے کہ اس سے ہاتھ

پاؤ ہلائے بغیر اس قدر یقینی نفع ملتا ہے تو ان میں پیسہ جمع کرنے کا جذبہ اور اسکی محبت پیدا ہوتی ہے، جسے حدیث میں برائی کی جڑ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ اس کے نتیجے میں جائز و ناجائز ہر طرح کے ذرائع سے مال جمع کرنے کی حرص پیدا ہوتی ہے، اور اسکے انجام میں انسان کنجوسی کا شکار ہو جاتا ہے، اور اسکے علاوہ بہت سی اخلاقی برائیاں انسان کے دل میں جگہ پکڑ لیتی ہیں۔

(۴)......سود انسان میں جب مال جمع کرنے کی حرص پیدا کرتا ہے تو اس سے معاشرے میں پیسہ جمع کرنے کی ریس شروع ہو جاتی ہے، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے زیادہ پیسے جمع کرلوں، پھر یہ ریس حسد، بغض، کینہ اور عداوت کو جنم دیتی ہے، بھائی سے بھائی کی لڑائی ہوتی ہے، دوست دوست سے جلنے لگتا ہے، باپ کو بیٹے اور بیٹے کو باپ کے نقصان کی پرواہ نہیں ہوتی، غرضیکہ ہر شخص نفسا نفسی کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس طرح سود انسانیت کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیتا ہے۔

(۵)......سود میں دوسرے کا مال بغیر کسی عوض کے حاصل کیا جاتا ہے، اور کسی کا مال بغیر کسی عوض کے لینا شریعت کی نظر میں ظلم کہلاتا ہے، کیونکہ اس سے ایک انسان کے مال کو شریعت نے جو احترام دیا ہے، وہ بھی پامال ہوتا ہے، چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

حُرْمَةُ مَالِهِ كَحُرْمَةِ دَمِهِ (مسند احمد حديث نمبر ۴۲۶۲)

مسلمان کے مال کا احترام اس کے خون (جان) کے احترام کے برابر ہے۔

دوسرے اس مال سے جس شخص کی ضرورت کو اللہ تعالیٰ نے متعلق قرار دیا تھا، اسے وہ لے کر دوسرے کی ضرورت کو روک کر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، اس طرح اس ظلم سے انسان کی فطرت ظالمانہ بن جاتی ہے، اور آہستہ آہستہ ظلم کی عادت بن جاتی ہے۔

(۶)...... جب انسان دیکھتا ہے کہ سود کے ذریعے ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر اس قدر یقینی نفع ملتا ہے تو کسی دوسرے پیشے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، اور یہ چاہتا ہے کہ اسی طرح اسے تکلیف ومشقت کے بغیر زیادہ سے زیادہ مال حاصل ہو، چنانچہ اس سے اس کی طبیعت میں حرص کے ساتھ ساتھ سستی اور کسل کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ کسی دوسرے کام کے قابل نہیں رہتا، اور اس کے نتیجے میں دینی فرائض وواجبات میں بھی سستی پیدا ہو جاتی ہے۔

(جاری ہے..........)

Idara Ghufran

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (قسط۱)

(چند شبہات کا ازالہ)

آج کل مختلف مقامات پر جگہ جگہ تداعی کے ساتھ (یعنی اس کے لئے لوگوں کو دعوت دے کر اور جمع کرکے) بیک زبان جماعتی ذکر کی مجالس قائم ہورہی ہیں، جس کے لئے باقاعدہ اشتہار شائع اور اعلانات ہوتے ہیں، اور ذکر کرانے کے لئے ایک مقتدا ہوتے ہیں، جن کی اقتداء میں سب حاضرین آواز ملا کر بآوازِ بلند ذکر کرتے ہیں، ان مجالس میں شرکت کے لئے دور دراز کا بہت سے لوگ سفر کرتے ہیں، پھر ذکر کے دوران بہت سے لوگ اچھلتے کودتے ہیں، بعض جگہ بجلی بند کرکے یہ عمل اندھیرے میں کیا جاتا ہے، اوراس طرح کے عمل کو عام مساجد ومحافل میں عامۃ الناس، کم علم وکم فہم لوگوں کے سامنے کیا جاتا ہے۔

اوراس طرح کے اجتماعی ذکر کو ایک اصلاح کا ذریعہ خیال کرکے صرف تصوف وطریقت کے میدان تک محدود رکھنے کے بجائے ایک تو اس کو عمومی رنگ میں پیش کیا جارہا ہے، دوسرے خاص اس طرح کے جماعتی ذکر کو عینِ سنت قرار دیا جارہا ہے، اوراس پر مضامین ورسائل تحریر کئے جارہے ہیں۔

اوراسی کے ساتھ خاص طور پر اکابر دیوبند اور عام طور امت کے محدثین، مفسرین، صوفیائے کرام سب کی طرف اس طرح کے جماعتی ذکر کے استحباب وجواز کو منسوب کرکے اور اجماعِ امت کا رنگ دے کر عام کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، جس سے عوام میں کئی غلط فہمیاں پیدا ہورہی ہیں، کئی اہلِ بدعت حضرات نے تو باقاعدہ ذکر کے لئے شہروں میں جگہ جگہ ذکر ومراقبہ ہال بنالئے ہیں، اوران کی طرف سے مجلس ذکر ووجدان وغیرہ کے عنوان سے اشتہارات بھی شائع کئے جاتے ہیں، جب ان کو ان چیزوں پر تنبیہ کی جاتی ہے، تو وہ دوسرے لوگوں کے طرزِ عمل کا حوالہ دیتے ہیں۔

اوراس موضوع پر اگرچہ بندہ کا ایک مستقل رسالہ ''اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' کے عنوان سے شائع ہوچکا ہے، جس کے تیسرے ایڈیشن میں کئی اضافات وازالۂ شبہات شامل کئے گئے ہیں، لیکن ابھی بھی بہت سے لوگوں کو اس سلسلہ میں متعدد شبہات باقی ہیں، جن کو مختصراً تحریر کیا جاتا ہے۔

Idara Ghufran

مجلسِ ذکر

قائدِ ملت، وکیلِ صحابہ، ترجمان اہلُ السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے ایک مختصر مگر جامع مضمون تحریر فرمایا ہے، جس میں کئی شبہات کا ازالہ موجود ہے۔

حضرت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا جہلمی مرحوم اپنے متوسلین کو ذکر وظیفہ کی تلقین وتاکید تو فرماتے تھے، لیکن ملک میں مروجہ مجالسِ ذکر کے طریق پر آپ نے کبھی مجلسِ ذکر نہیں کرائی، میں نے ان سے حضرت شیخ لاہوری کی مجلسِ ذکر کے متعلق دریافت کیا، تو آپ نے کہا کہ میں صرف ایک مرتبہ شیرانوالہ آپ کی مجلسِ ذکر میں حاضر ہوا ہوں، حضرت نے کبھی بھی مجھے یہ نہیں فرمایا کہ مجلسِ ذکر میں کیوں نہیں حاضر ہوتے اور نہ مجاز بنانے کے بعد کبھی حضرت نے مجلسِ ذکر منعقد کرنے کا حکم دیا ہے، اور جہلم میں حضرت کئی دفعہ تشریف لائے ہیں لیکن وہاں کبھی بھی حضرت نے مجلسِ ذکر نہیں کرائی۔

(۲) مناظرِ اہلِ سنت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی بھی حضرت لاہوری سے بیعت تھے، میں نے ان سے مجلسِ ذکر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے خود حضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا، کہ حضرت ہم بریلویوں کے جماعتی ذکر جہر کی مخالفت کرتے ہیں، لیکن حضرت خود بھی مجلسِ ذکر کرتے ہیں اور ذکرِ جہر کراتے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ ہم تعلیم کے لئے ذکرِ جہر کراتے ہیں۔

مجلسِ ذکر کی نوعیت

ذکر اللہ تو مطلوب ومقصود ہے اور یہ روح کی غذا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا . وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الاحزاب آیت ۴۲)

اے ایمان والو! تم اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو، صبح وشام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح وتقدیس کرتے رہو (ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

البتہ اختلاف تو مجلسِ ذکر کی نوعیت میں ہے کہ ذکر جہر ہو یا خفی، انفرادی ہو یا اجتماعی۔

جریدہ الارشاد، اٹک

جریدہ ''الارشاد'' (اٹک) حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد

میں شائع ہوتا ہے، حضرت قاضی صاب رحمہ اللہ، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ ارشد تھے، اب حافظ نثار احمد الحسینی ساکن حضرو ''الارشاد'' کے مدیر ہیں، اور مروجہ مجالسِ ذکر کی نشر واشاعت گویا ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، انہوں نے الارشاد نومبر ودسمبر ۱۹۹۷ میں ایک مفصل مضمون بعنوان ''مجالسِ ذکر ایک علمی وتحقیقی جائزہ'' شائع کیا ہے، اورانہوں نے یہ مضمون خدام الدین وغیرہ دوسرے رسائل میں بھی شائع کرایا ہے، اس مضمون میں انہوں نے اپنی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے غلط استدلال پیش کئے ہیں، اور بعض حوالہ جات پیش کرنے میں خیانت بھی کی ہے، کاش کہ وہ یہ مضمون نہ لکھتے، اور جو دماغ اوروقت انہوں نے اس میں صرف کیا ہے، اور بطورایک مشن وہ محنت کررہے ہیں، اتناوقت وہ اپنی اصلاح میں لگاتے، تو کچھ کام بن جاتا۔

حضرت لاہوری اور مجلسِ ذکر

انہوں نے حضرت لاہوری کی مجلسِ ذکر کو بھی بطورِ حجت پیش کیا ہے، اور بعض دوسرے حضرات بھی پیش کرتے رہتے ہیں، اس کے جواب میں عرض ہے کہ:

(۱) فعل مشائخ حجت نہ باشد (۲) بزرگوں کے بعض تفردات ہوتے ہیں، جو قابلِ اتباع نہیں ہوتے، چنانچہ حضرت لاہوری اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں، چنانچہ فرمایا:

''زندہ ولی کی زیارت کے لئے سفر کرکے جانا جائز ہے، لیکن اولیائے کرام کے مزارات پر سفر کرکے جانا منع ہے، میری تحقیق یہی ہے اوراگر کسی اورکام کے لئے کسی جگہ جائیں تو پھراولیائے کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضری دینا جائز ہے'' (مجلسِ ذکر، حصہ سوم، ص ۲۶)

حالانکہ اکابر مشائخ اہلِ سنت دیوبند اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں:

نیز اولیاء اللہ اور مشائخ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا کرے، اور فراغت کے اوقات میں ان کے مزاروں پر بیٹھ کران کی روحانیت کی طرف توجہ کرے (سلاسلِ طیبہ، مؤلفہ حضرت مدنی قدس سرہ)

اور حضرت لاہوری کے متوسلین اور خلفاء نے بھی غالباً حضرت لاہوری کی مندرجہ تحقیق پر عمل نہیں کیا، اور وہ مزاراتِ اولیاء کے لئے سفر کرتے رہتے ہیں۔

ذکرِ جہر کا مقصد

حضرت لاہوری فرماتے ہیں:

''عرض یہ ہے کہ ذکرِ جہر کا مقصد یہ ہے کہ تمام خیالات ایک جگہ بند ہو جائیں، نہ ذکر زیادہ بلند آواز سے کرنا چاہئے، نہ بہت آہستہ آہستہ، بعض نو وارد آجاتے ہیں، جن کو اس بات کا علم نہیں ہوتا، اس لئے وہ بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے لگتے ہیں۔

تربیت یافتہ احباب کا فرض ہے کہ ان کو روک دیا کریں، آہستہ سے ان کو کان میں کہہ دیں کہ اتنا زور نہ لگائیں، ایک دفعہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بلند آواز سے ذکر کررہے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی بہرے کو تو نہیں سنا رہے'' (مجلسِ ذکر، حصہ پنجم، ص ۱۰۸، ۲۲، جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ، مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء) (ایضاً ملاحظہ ہو ہفت روزہ خدام الدین، لاہور، ۳۱ جولائی ۱۹۹۸)

(۲) حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلسِ ذکر فرض، واجب، یا سنت نہیں ہے...... (ملاحظہ ہو ہفت روزہ خدام الدین، لاہور، ۱۰ جولائی ۱۹۹۸، بحوالہ مجلسِ ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت لاہوری کی مجلسِ ذکر اور مروجہ مجالسِ ذکر میں (بھی) بڑا فرق ہے، اب تو مجالسِ ذکر خوب بلند آواز سے لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعہ کی جاتی ہیں، چنانچہ میں نے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر، چوہڑ، راولپنڈی کی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مجلسِ ذکر کی کیسٹ سنی ہے، مجلسِ ذکر کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں، اور لوگوں کو بلا بلا کر مجلسِ ذکر میں شامل کیا جاتا ہے، حالانکہ کسی مستحب عبادت کے لئے (تداعی) لوگوں کو بلانا جائز نہیں (ملاحظہ ہو: براہینِ قاطعہ از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ)

ایک دفعہ لاہور میں جمعیت علمائے اسلام کے اجلاس میں حاضری کے بعد منچن آباد، ضلع بہاولنگر کے جلسہ میں شرکت کے لئے بذریعہ ریل مولانا عبیداللہ انور صاحب کے ساتھ گیا، راستے میں مولانا مرحوم سے میں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا بنایا ہوا ہے کہ فلاں ماسٹر کو فلاں حافظ کو فلاں صوفی کو مجلسِ ذکر کی اجازت دیتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ خود حضرت لاہوری

نے مرکز میں بھی مجلسِ ذکر ختم کر دی تھی۔ پھر ہم نے عرض کر کے مجلسِ ذکر جاری کرائی۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت کو اس کے مفاسد پر نظر ہوئی ہوگی، اور جو مروجہ مجالسِ ذکر کا حال ہے، اگر یہ حضرت کی زندگی میں ہوتا تو آپ مجلسِ ذکر سے دوسروں کو بھی روک دیتے۔ کیونکہ مفاسد کی وجہ سے امرِ مستحب بھی بدعت قرار دیا جاتا ہے، اور اب تو مجلسِ ذکر گویا کہ پیری مریدی کے لئے لازم سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ رسائل میں شائع ہوتا ہے کہ فلاں حضرت صاحب نے فلاں فلاں جگہ مجلسِ ذکر کرائی اور فلاں فلاں جگہ مجلسِ ذکر کرائیں گے۔

اکابرِ اہلِ سنت

اکابرِ اہلِ سنت دیوبند قطبُ الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حکیم ُالامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہم نے کبھی اجتماعی طور پر ذکرِ جہر کی مجالس منعقد نہیں کیں۔ اور نہ ہی ان کے خلفاء نے ایسی مجالس کرائی ہیں۔

ارشادِ خداوندی

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (سورة الاعراف آیت ۲۰۵)

(آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اے شخص! اپنے رب کی یاد کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اہلِ غفلت میں شمار مت ہونا (ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

اس میں انفرادی طور پر بھی آہستہ آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چہ جائیکہ جماعتی طور پر بلند آواز سے ذکر کیا جائے، تعجب ہے کہ مروجہ مجالسِ ذکر کے داعی حضرات اس حکمِ خداوندی کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(۲) حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ آیت ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّه لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ'' (الاعراف آیت ۵۵) کے تحت لکھتے ہیں:

ثم اجمع العلماء على ان الذكر سرا هو الأفضل والجهر بالذكر بدعة الا فى

مواضع مخصوصة مسّت الحاجة فيها الى الجهر به كالاذان والاقامة وتكبيرات التشريق وتكبيرات الانتقال فى الصلاة للامام والتسبيح للمقتدى إذا ناب نائبة والتلبية فى الحج ونحو ذلك(تفسیر مظھری ج۳آیت ۵۵)

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ آہستہ ذکر کرنا ہی افضل ہے۔اور ذکرِ جہر بدعت ہے،مگر ان مقامات پر جہاں جہر کی شرعی ضرورت پیش آئے۔مثلاً اذان، اقامت اور یا عیدالاضحیٰ (عیدِ قربان) کے ایام کی تکبیریں اور امام کے نماز میں رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف انتقال کی تکبیریں یا امام بھول جائے تو مقتدی کا سبحان اللہ کہنا یا تلبیہ یعنی ایامِ حج میں لبیک لبیک بلند آواز سے کہنا وغیرہ۔

اور مکتوباتِ امام ربانی حضرت مجددالف ثانی میں ہے:

منع از ذکر جہری کنند کہ بدعت است با آنکہ ذوق وشوق می بخشد (دفتر اول،حصہ چہارم،مکتوب۲۳۱)

یعنی اگرچہ ذکرِ جہر سے ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے،لیکن بدعت ہونے کی وجہ سے مشائخِ نقشبندیہ اس سے منع کرتے ہیں۔

اور اکابر نے جو انفرادی طور پر ذکرِ جہر کی اجازت دی ہے، وہ بغرضِ علاج ہے،خود جہر مقصود نہیں ہے، بہرحال مروجہ مجالسِ ذکر بوجہ تداعی عام وغیرہ کے بدعت ہیں، ان کو ترک کرنا چاہئے۔بخوفِ طوالت یہاں اختصار سے عرض کیا گیا ہے،اوران شاءاللہ مروجہ مجالسِ ذکر کے متعلق تفصیلاً کچھ لکھنے کا ارادہ ہے۔واللہ الموفق۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے مولانا جہلمی رحمہ اللہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے ذکر کے سلسلے میں بھی اکابر مشائخ اہلِ سنت دیوبند کے طرزِ عمل کی پیروی کی،اور کبھی بھی مروجہ مجالسِ ذکر کے طریقہ پر مجلسِ ذکر نہیں کرائی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(ماخوذاز:''مردِحق پرست خطیبِ اہلِ سنت حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات'' صفحہ۵۸تاصفحہ۶۳،مؤلفہ:حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ۔واشاعتِ خاص''حق چار یار'' بیادحضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی رحمہ اللہ،جولائی تانومبر ۱۹۹۸ء،صفحہ۵۷تاصفحہ۸۰)

(جاری ہے............)

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ ذی الحجہ: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۴۰۱ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن مظفر بن احمد بن عبداللہ بن کنداج رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخ بغداد ج۸ص ۱۴۲)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۴۰۲ھ**: میں حضرت ابوبکر یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن مسعود بن موسیٰ قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۲۰۴)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۴۰۶ھ**: میں حضرت ابوالقاسم حسن بن محمد بن حبیب بن ایوب نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۲۳۸)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۴۱۰ھ**: میں حضرت ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز بن حارث بن اسد تمیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۴)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۴۱۲ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن عمر بن برہان بغدادی غزال رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۲۶۶)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۴۱۴ھ**: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن یحییٰ نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۲۹۶)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۴۱۵ھ**: میں حضرت ابوالقاسم خضر بن تمیم بن مزاحم بن ابراہیم تمیمی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۸ص ۳۳۷)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۴۱۶ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن ابی درہ حربی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۴ص ۳۷۳)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۴۲۰ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن طلحہ بن احمد بن ہارون بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۴۷۷)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۴۲۱ھ**: میں حضرت ابوسعید محمد بن موسیٰ بن فضل بن شاذان صیرفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۳۵۰)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۲۲ھ: میں عباسی خلیفہ امیر المومنین احمد القادر باللہ بن اسحاق بن جعفر مقتدر باللہ بن احمد معتضد باللہ بن ابی احمد واثق باللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص۳۷)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۲۴ھ: میں حضرت ابویعلیٰ محسن بن محمد بن علی بن عباس بن احمد عطار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۳ ص۱۵۶)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۲۵ھ: میں حضرت ابوالفتح محمد بن عبیداللہ بن احمد بن عبید بن عبدالرحمٰن بن حبیب صیرفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۲ ص۳۳۷)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۲۷ھ: میں حضرت ابویعلیٰ محمد بن حسین بن عبیداللہ بن عمر بن حمدون صیرفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۲ ص۲۵۱)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۲۸ھ: میں حضرت ابومنصور عبدالباقی بن محمد بن ابراہیم بن عروہ بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۱ ص۹۰)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۲۹ھ: میں حضرت ابوعمر احمد بن محمد بن عبداللہ بن لب بن یحییٰ معافری اندلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۵۶۸، طبقات الحفاظ ج۱ ص۸۵، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۱۰۹۹)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۳۰ھ: میں حضرت ابومنصور احمد بن محمد بن اسحاق مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص۳۹۳)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۳۱ھ: میں حضرت ابوالعلاء صاعد بن محمد بن احمد بن عبداللہ استوائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۵۰۸)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۳۲ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن حسین بن نصر بن یعقوب بن ہارون عطار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص۱۱۱)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۳۴ھ: میں حضرت ابومنصور محمد بن عبدالعزیز بن صالح بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۲ ص۳۵۴)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۳۶ھ: میں حضرت محمد بن علی بن عبداللہ بن علی بن ہشام بن معن بن عبدالرحمٰن بن موسیٰ بن ابی بکر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۳ ص۱۰۱)

☐......ماہِ ذی الحجہ ۴۳۸ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن احمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن عبداللہ بن محمد بن ابی اسحاق ہاشمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۹ ص۳۹۸)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۳۹ھ: میں حضرت ابوتغلب عبدالوہاب بن علی بن حسن بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن زید مؤدب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۴۰ھ: میں حضرت ابویعلیٰ احمد بن ابی محمد حسن بن محمد بن حسن بن علی خلال رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۴ ص ۹۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۴۵ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن عمر بن احمد بن ابراہیم برمکی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۰۲، تاریخِ بغداد ج۶ ص ۱۳۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۴۵ھ: میں حضرت ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان بن فرج بن ازہر ازہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۳۱۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۴۶ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن علی بن ابراہیم بن یزداد بن ہرمز اہوازی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۸)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۴۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی بن یحییٰ بن سلوان مازنی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۴۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۴۷ھ: میں حضرت ابوطاہر عبدالغفار بن محمد بن عبدالغفار بن قاسم قرشی اموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۴۸ھ: میں حضرت ابوطالب محمد بن عبیداللہ بن احمد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن بیان رزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۲ ص ۳۳۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۴۸ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالملک بن محمد بن محمد بن سلمان بن جعفر عطار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۱۰ ص ۴۳۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۵۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن محمد بن عبدالواحد بن ونی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۰۰)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۵۰ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن ابراہیم برمکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۱۲ ص ۴۳)

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید

''صلہ رحمی'' میں دو الفاظ ہیں، ایک ''صلہ'' اور دوسرے ''رحمی''

صلہ کے معنیٰ جوڑنے اور ملانے کے آتے ہیں، اور رحم دراصل عورت کے پیٹ میں اس عضو کا نام ہے، جہاں حمل کا استقرار ہوتا، اور بچہ پیدائش سے قبل نشو ونما پاتا ہے، اسی مناسبت سے رحم کا استعمال رشتہ داری کے لئے بھی ہوتا ہے، کیونکہ رشتہ داری بھی بنیادی طور پر رحم کے واسطہ سے ہی وجود میں آتی اور آگے بڑھتی ہے۔ اس لئے صلہ رحمی، رشتہ داری کو جوڑنے اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک اور اچھا سلوک کرنے کو کہا جاتا ہے۔

اور اس کے برعکس قطع رحمی، صلہ رحمی کی خلاف ورزی کرنے کو کہا جاتا ہے، کیونکہ قطع کے معنیٰ چھوڑنے اور کاٹنے اور توڑنے کے آتے ہیں، جس طرح سے اس کے مقابلہ میں صلہ کے معنیٰ جوڑنے اور ملانے کے آتے ہیں(النهاية في غريب الاثر، باب الواو مع الصاد و باب القاف مع التاء)

اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے میں ان کو ایذاء وتکلیف نہ پہنچانا، اور اپنی حسبِ حیثیت، اور رشتہ داروں کی حسبِ ضرورت مالی وبدنی خدمت کرنا، سلام کلام، بیمار پرسی، خبر گیری، زبانی تسلی و ہمدردی کا اظہار وغیرہ داخل ہیں، جس کی بہت تاکید اور اس کے مختلف فضائل وفوائد ہیں۔

اور قطع رحمی میں رشتہ داروں کو ایذاء وتکلیف پہنچانا، اور سلام وکلام چھوڑ دینا، اور ان کی خبر گیری نہ کرنا وغیرہ داخل ہیں، اور یہ قطع رحمی کبیرہ گناہ اور شدید وسخت ترین عذاب اور وبال کا باعث ہے۔

(عمدة القاری، کتاب البيوع، باب من أحب البسط في الرزق ،فيض القدير للمناوی تحت حديث رقم ۴۵۱۹)

جو رشتہ دار نسبی اعتبار سے باہم رشتہ وتعلق رکھتے ہیں، خواہ وہ وارث ہوں یا نہ ہوں، اور خواہ وہ اپنے والد کی طرف سے ہوں (جیسے تایا، چچا، پھوپھی، دادا، دادی وغیرہ) یا والدہ کی طرف سے (جیسے ماموں، خالہ، نانا، نانی وغیرہ) ان سب کے ساتھ درجہ بدرجہ صلہ رحمی کا حکم ہے۔

اور والدین کے ساتھ صلہ رحمی کے حکم کی تاکید دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

اور بعض حضرات نے نسبی رشتوں کے ساتھ سسرالی رشتے (ساس، سسر وغیرہ کو بھی) صلہ رحمی کے حکم میں

داخل مانا ہے(روح المعانی ، تحت آیت ۲۲،۲۳ من سورۃ محمد،النھایۃ فی غریب الاثر، باب الواو مع الصاد)

البتہ نسبی اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی تاکید غیر نسبی اور دور کے رشتہ داروں سے زیادہ ہے۔

صلہ رحمی کی اہمیت اور تاکید کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی کئی آیات میں مختلف طریقوں سے صلہ رحمی کی اہمیت وتاکید اور اس کی فضیلت ، اور اس کے مقابلہ میں قطع رحمی کے وبال کا تذکرہ فرمایا ہے۔

چنانچہ سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَاللّٰهِ مِنۡ بَعۡدِ مِیۡثَاقِهٖ وَیَقۡطَعُوۡنَ مَآاَمَرَاللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ وَیُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ (سورۃبقرہ آیت ۲۷)

ترجمہ: جو اللہ کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے اس کو قطع کئے ڈالتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں (ترجمہ ختم)

جس چیز کو جوڑنے کا حکم ہے، اس میں صلہ رحمی بھی داخل ہے، اور اس کو قطع کرنے میں قطع رحمی بھی داخل ہے، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نقصان اٹھانے والا قرار دیا ہے۔

اور سورہ نساء میں ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا(سورہ نساء آیت ۱)

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو بیشک اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے (ترجمہ ختم)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے ڈرنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ قطع رحمی سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔

اور سورہ رعد میں ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (سورة الرعد آیت ۲۵)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ سے مضبوط عہد کر کے اسکو توڑ ڈالتے اور جن (رشتوں) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں ایسوں پر لعنت ہے۔ اور انکے لئے گھر بھی برا ہے (ترجمہ ختم)

جن رشتوں کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، ان میں صلہ رحمی بھی داخل ہے، اور ان کو قطع کرنے میں قطع رحمی بھی داخل ہے، ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی، اور ان کے لئے برے ٹھکانے اور گھر (جہنم) کی وعید سنائی، جو قطع رحمی کے گناہ کے انتہائی شدید ہونے کی دلیل ہے۔

اور سورہ محمد میں ارشاد ہے:

فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ. اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَهُمْ (سورة محمد آیت ۲۲، ۲۳)

ترجمہ: پھر (اے منافقو!) تم لوگوں سے کیا بعید ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو زمین پر فساد کرنے لگو اور قطع رحمی کرنے لگو۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو (حق بات کے سننے سے) بہرا، اور (راہ راست کے دیکھنے سے) ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے (ترجمہ ختم)

اس آیت میں قطع رحمی کو منافقوں کا عمل بتلایا گیا، اور قطع رحمی کے عمل کو زمین میں فساد کے قبیح ترین عمل کے ساتھ بیان کیا گیا اور ایسے افعال کے مرتکبین کو لعنتِ الٰہی کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

(احکام القرآن جصاص، ج۲ ص ۵۹، سورة النساء)

قرآن مجید کے علاوہ احادیثِ مبارکہ میں بھی صلہ رحمی کی اہمیت اور تاکید اور اس کے برخلاف قطع رحمی کے وبال کو انتہائی وضاحت وتفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰی إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهٖ قَالَتِ الرَّحِمُ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِکَ

مِنْ الْقَطِيعَةِ قَالَ نَعَمْ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَهُوَ لَكِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ (فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ)

(بخاری، حدیث نمبر ۵۵۲۸،کتاب الادب، باب من وصل وصله الله، واللفظ لهٗ،صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۴۴۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا یہاں تک کہ جب پیدا کر کے فارغ ہو چکے تو رحم (رشتہ داری) نے عرض کیا کہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحمی سے آپ کی پناہ مانگے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک! کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں اسے (اپنی رحمت وجنت) جوڑوں، جو تجھے جوڑے (یعنی صلہ رحمی کرے) اور میں اسے (اپنی رحمت وجنت سے) کاٹوں، جو تجھے کاٹے (یعنی قطع رحمی کرے، یہ سن کر) رحم (رشتہ داری) نے کہا کہ بے شک میں (اس پر) راضی ہوں، اے میرے رب، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پس تیرے لئے یہی فیصلہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو (بطور تائید) اس آیت کو پڑھ لو:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ. اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ .

پھر (اے منافقو!) تم لوگوں سے کیا بعید ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو زمین پر فساد کرنے لگو اور قطع رحمی کرنے لگو۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو (حق بات کے سننے سے) بہرا، اور (راہ راست کے دیکھنے سے) ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ (مسلم، حدیث نمبر ۲۶۸۳، کتاب البر والصلة والآداب،باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رحم (رشتہ داری) عرش کے ساتھ معلق ہے، جو یہ کہتا ہے کہ جس نے مجھے جوڑا، اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت وجنت کے ساتھ) جوڑیں، اور جس نے

مجھے کاٹا، اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت وجنت سے) کاٹیں (ترجمہ ختم)

یعنی رحم ورشتہ داری کا عمل بندہ کے لئے اس کے طرزِ عمل کے مطابق دعا یا بددعا کرتا ہے۔

رشتہ داری کا اللہ تعالیٰ کے عرش سے قریبی تعلق ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے عرض معروض اور شکوہ وشکایت کرتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے:

وَإِنَّ هٰذِهِ الرَّحِمَ شِجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ، فَمَنْ قَطَعَهَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (مسند احمد، حديث نمبر ۱۶۵۱) [۱]

ترجمہ: اور یہ رحم، رحمٰن سے نکلا ہے، پس جس نے اس کو کاٹا (یعنی قطع رحمی کی) اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام فرمادیں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے:

تُوضَعُ الرَّحِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَهَا حُجْنَةٌ كَحُجْنَةِ الْمِغْزَلِ، تَتَكَلَّمُ بِأَلْسِنَةٍ طُلَقٍ ذُلَقٍ، فَتَصِلُ مَنْ وَصَلَهَا، وَتَقْطَعُ مَنْ قَطَعَهَا (مسند احمد، حديث نمبر ۶۹۵۰، واللفظ لهٗ، مستدرک حاکم حديث نمبر ۸۳۹۷، مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ۲۵۹۰۱) [۲]

ترجمہ: قیامت کے دن رحم (رشتہ داری) کو رکھا جائے گا، اور اس کا چرخے کے ''تکلے'' کی طرح کا ''تکلا'' ہوگا، جو فصیح وبلیغ زبان میں بات کرے گا، پس جس نے اس کو جوڑا (یعنی صلہ رحمی کی) وہ اسے (اللہ کی رحمت جنت سے) جوڑے گا، اور جس نے اسے کاٹا، وہ اسے

---

[۱] قال الهيثمی:

رواه أحمد والبزار ورجال أحمد رجال الصحيح غير نوفل بن مساحق وهو ثقة(مجمع الزوائد ج۸ص۱۵۰،باب صلة الرحم وقطعها)

[۲] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

وقال الذهبی فی التلخيص :صحيح

وقال الهيثمی:

رواه أحمد والطبرانی ورجال الصحيح غير أبی تمامة الثقفی وثقه ابن حبان .(مجمع الزوائد ج۸ص۱۵۰،باب صلة الرحم وقطعها)

Idara Ghufran

کاٹے گا(ترجمہ ختم)

’’تکلا‘‘ چرخے کی اس آہنی سلاخ کو کہا جاتا ہے، جس پر کاتتے وقت دھاگے کی گکڑی بنتی جاتی ہے، اور اس کی تیز نوک ہوتی ہے(النهاية في غريب الاثر، باب الذال مع اللام، مادة ذلق)

اورحضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -قَالَ لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ (مسلم،حديث نمبر ۶۶۸۵، واللفظ لهٗ، بخاری، حديث نمبر ۵۵۲۵، ابو داؤد حديث نمبر ۱۶۹۸ ،ترمذی ،ابواب البر والصلة عن رسول الله ﷺ ،باب ماجاء فی صلة الرحم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں قطع رحمی کرنے والا داخل نہیں ہوگا(ترجمہ ختم)

یعنی قطع رحمی کرنے والا، اس کا مستحق ہے کہ وہ جنت میں داخل نہ ہو۔

اورحضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللَّهُ تَعَالٰى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا -مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهٗ فِي الْآخِرَةِ -مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ (ابوداؤد، حديث نمبر ۴۹۰۴، واللفظ لهٗ، ترمذی حديث نمبر ۲۵۱۱، مسند احمد حديث نمبر ۲۰۳۹۸، صحيح ابنِ حبان حديث نمبر ۴۵۵،مستدرک حاکم حديث نمبر ۳۳۱۶، الادب المفرد للبخاری، حديث نمبر ۳۰) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ظلم اور قطع رحمی کے مقابلہ میں کوئی اور گناہ اس بات کا زیادہ حقدار نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے کرنے والے کو دنیا میں ہی جلد سزا عطا فرمائیں، اور آخرت میں اس کے لئے سزا باقی رہے(ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جن گناہوں پر دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے سزا ملتی ہے، اورآخرت کی سزا اپنی جگہ برقرار رہتی ہے، ان میں قطع رحمی اور ظلم جیسا اور کوئی گناہ نہیں(مرقاة، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

اورحضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] قال الترمذی:هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ
وقال الحاكم: "صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "
وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح .

وَلا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّى يَظْهَرَ الْفُحْشُ وَالتَّفَاحُشُ ، وَقَطِيْعَةُ الرَّحِمِ ، وَسُوءُ الْمُجَاوَرَةِ، وَحَتّٰى يُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ وَيُخَوَّنَ الْأَمِينُ "(مسند احمد حديث نمبر ۶۵۱۴ ،مستدرک حاکم، حديث نمبر ۲۳۴) [۱]

ترجمہ: اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک بے حیائی اور پر تکلف بے حیائی اور قطع رحمی، اور برے پڑوسی، عام نہ ہوجائیں، اور خائن کو امانت دار، اور امانت دار کو خائن نہ قرار دیا جائے (ترجمہ ختم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ "(مسند احمد حديث نمبر ۱۰۲۷۲) [۲]

ترجمہ: بنی آدم کے اعمال ہر جمعہ کی رات میں (اللہ تعالیٰ کے حضور) پیش کئے جاتے ہیں، اور قطع رحمی کرنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے مذکورہ آیات اور احادیث سے صلہ رحمی کی اہمیت وتاکید اور قطع رحمی کی وعید معلوم ہوئی، اس لئے ہر شخص کو صلہ رحمی کرنے اور قطع رحمی سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

---

[۱] قال الحاكم: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ فَقَدِ اتَّفَقَ الشَّيْخَانِ عَلَى الِاحْتِجَاجِ بِجَمِيعِ رُوَاتِهِ غَيْرِ أَبِي سَبْرَةَ الْهُذَلِيِّ وَهُوَ تَابِعِيٌّ كَبِيرٌ مُبَيَّنٌ ذِكْرُهُ فِي الْمَسَانِيدِ وَالتَّوَارِيخِ غَيْرُ مَطْعُونٍ فِيهِ وَلَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ "(حواله بالا)

صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[۲] قال الهيثمي: رواه أحمد ورجاله ثقات .(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۵۱ ،باب صلة الرحم وقطعها)

ریاض سٹیل

Idara Ghufran

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط۳۹)

(سوانح حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم)

عملی زندگی کے اجلے نقوش

اہل اللہ کا خاص وصف ان کی عملی زندگی کا شریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہونا اور نورِنبوت سے مستنیر ہونا ہے، شریعت کی نظر میں علم کا مقصود بھی یہی ہے کہ آدمی خود شناس وخدا شناس بنے، اپنے من میں ڈوب کر مقصدِ تخلیق کا راز پائے، زندگی کا سراغ پائے، اوراس کو پورا کرنے میں لگ جائے۔ ع

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغِ زندگی

خود شناسی اور خدا شناسی ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں، اللہ کو بھولنے والے مقصدِ تخلیق کو کبھی نہیں پاسکتے، نہ اس کو پورا کرسکتے ہیں، اور نتیجتاً وہ اپنی ہستی کے شعور وآگہی سے بھی محروم کردیئے جاتے ہیں، خدافراموشی کی سزا خودفراموشی کی صورت میں ملتی ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰـهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (سورة الحشر آیت ۱۹) [۱]

اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ. وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (سورة الانفال آیت ۲۲،۲۳) [۲]

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

جان جملہ علم ایں است وایں تاکس بداند من کیم درروزِ دیں [۳]

---

[۱] اوران لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ایسا کردیا کہ خود اپنے تئیں بھول گئے یہ بدکردار لوگ ہیں۔

[۲] کچھ شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام جانداروں سے بدتر بہرے گونگے (لوگ) ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔ اوراگر اللہ ان میں نیکی (کامادہ) دیکھتا توان کو سننے کی توفیق بخشتا۔ اوراگر (بغیر صلاحیت ہدایت کے) سماعت دیتا تو منہ پھیر کر بھاگ جاتے۔

[۳] سب علوم کی روح اور مغز یہ ہے کہ آدمی یہ جان لے کہ کل بدلے والے دن، جزاوسزا کے دن میری کیا بولی لگے گی، اور میری کیا قیمت اٹھے گی، اور میں کس حال اور کس طبقے کے ساتھ محشور ہوں گا۔

Idara Ghufran

حضرت جی مفتی صاحب دامت برکاتہم کی عملی زندگی اتباعِ سنت اور قدم قدم پر احکامِ شرع کی رعایت وپاسداری اور دینی غیرت وحمیت اور تصلب میں رنگی ہوئی ہے، دینی فیوضات، علمی خدمات، معاشرت ومعاملات وغیرہ سب شعبوں میں آپ کے طرز وطریقے اور ادائیں قبل رشک وقابلِ تقلید ہیں، تقویٰ وتدین، سعادت ونجابت کی سچی تصویریں ہیں، دیکھنے، پرکھنے والوں اور متوسلین ومستفیدین کے لئے عملی تبلیغ اور رشد واصلاح کا بڑا سامان لئے ہوئے ہیں۔

یہاں ہم مشتے نمونہ از خروارے عملی زندگی کے چند جلی عنوانوں کے ذیل میں آپ کے بعض حالات وشئون ذکر کرتے ہیں۔

لباس اور بود وباش کے بارے میں آپ کا طرزِ عمل

آپ لباس اور بود وباش کے بارے میں سادگی پسند طبیعت رکھتے ہیں، تکلفات وتصنعات سے آپ کو طبعی طور پر بھی دلچسپی نہیں، چنانچہ ابتداء ہی سے آپ جس جگہ رہائش پذیر ہیں، اس میں تکلفات وتصنعات نظر نہیں آتے، ایک معمولی سا پرانا مکان ہے، جس میں گزشتہ سترہ اٹھارہ سال سے رہ رہے ہیں، حالانکہ اس عرصہ میں ادارہ غفران کی صورت میں پورا ایک ٹرسٹ آپ نے قائم کیا، جس کے تمام تعمیراتی مراحل خود آپ کی ذاتی نگرانی ورہنمائی میں سر ہوئے، عملہ کے کئی ارکان کی رہائش گاہیں بنیں، اور تمام ممکنہ سہولیات بہم پہنچائی گئیں، لیکن خود اپنی رہائش آج بھی اس چھوٹے سے پرانے کوارٹر میں ہے، جہاں ادارہ کے قیام سے پہلے تھی، ادارے کی جملہ ضروریات وسہولیات کی فراہمی اور انتظامات کو منظّم کرنے میں آپ سب سے آگے اور پیش پیش ہوتے ہیں، لیکن اداہ کے ثمرات ومرعات سے استفادہ کرنے میں سب سے پیچھے رہتے ہیں، آپ کو آج کل کے مروجہ فرنیچر (ڈبل بیڈ وغیرہ) طبعی طور پر پسند نہیں، اور آپ زمین پر بستر بچھا کر آرام فرماتے ہیں۔

اسی طرح لباس بھی آپ شرعی حدود میں رہتے ہوئے جیسا میسر آتا ہے، مختلف رنگوں کا استعمال کر لیتے ہیں، اور اس سلسلہ میں بارہا فرماتے ہیں کہ آج کل متعدد علماء وصوفیاء کے یہاں لباس کے الوان واقسام میں بہت پابندی ہے، اور اس کے بغیر گویا کہ تصوف وطریقت ادھورا سمجھا جاتا ہے، لیکن حضور ﷺ کی عادتِ مبارکہ جو آپ کی سیرت کو ملاحظہ کرنے سے ملتی ہے، اس میں کسی مخصوص وضع میں لباس وپوشاک کے انتخاب کے بغیر سادگی کا پہلو زیادہ نمایاں نظر آتا ہے، کہ آپ نے بلا تکلف وتصنع مختلف الوان واقسام

کے لباس استعمال فرمائے ہیں،تکلف وتصنع پر مشتمل لباس (جس میں نمائش ہو، یا خشوع میں مخل ہو) اس سے آپ ﷺ نے اجتناب فرمایا۔

البتہ حضرت مفتی صاحب لباس کی بناوٹ میں کلیوں والا کرتہ،اور مغلئی نما شلوار اور مختلف اقسام کی گول ٹوپی اور اکثر سر پر رومال استعمال فرماتے ہیں، کرتہ آپ کا گھٹنوں سے نیچے اور شلوار ٹخنوں سے اوپر رہتی ہے۔

سردیوں میں دن کے اوقات میں واسکٹ، جرسی، چادر، جبہ وغیرہ استعمال فرماتے ہیں، اور کپڑے کے موزے پہن کر اوپر سے خفین (چمڑے کے موزے) استعمال فرماتے ہیں۔

جوتوں میں چپل،سوفٹی اور کبھی بند جوتا استعمال فرماتے ہیں۔

آپ کو عام حالت میں آگے سے بند اور پیچھے سے کھلا (سوفٹی نما) جوتا پسند ہے،جس کی وجہ آپ یہ بتلاتے ہیں کہ اس کو پہننا اور اتارنا آسان ہوتا ہے،اور پیر نجاست وآلودگیوں اور گرمی وسردی سے بھی کافی حد تک محفوظ رہتے ہیں۔

ٹوپی میں حسبِ موسم جالی دار،ٹھنڈی وگرم اونی،اور کپڑے وغیرہ سے تیار شدہ ایسی گول ٹوپی پسند ہے، جو سر پر پوری طرح چپک جائے اور احاطہ کرلے،اس کو آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپی کے بارے میں وارد ہونے والی صفت ''لاطئۃ'' قرار دیتے ہیں۔

کرتہ کے نیچے آپ عموماً بنیان استعمال فرماتے ہیں، جو کہ عام طور پر آستینوں والا ہوتا ہے،جس کی وجہ آپ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے پسینہ وغیرہ کی بو باہر کرتہ میں برآمد ہوکر ایذاء کا باعث نہیں بنتی۔

گرمیوں میں یہ بنیان نصف بازو والا ہوتا ہے،اور سردیوں میں اس کے اوپر مکمل بازو والا بنیان استعمال فرماتے ہیں،جس کے اوپر کرتہ پہن لیتے ہیں۔سخت سردی میں شلوار کے نیچے گرم پائجامہ بھی استعمال فرماتے ہیں۔

غرضیکہ سردی سے حفاظت کے لئے آپ معقول انتظام رکھتے ہیں،جس میں کسی فیشن وغیرہ کو بارِ خاطر میں نہیں لاتے۔داہنے ہاتھ پر سادہ گھڑی بھی پہنتے ہیں۔

خوشی کے مواقع پر طرزِ عمل

خوشی وغمی کے واقعات اور مواقع ہر آدمی کی زندگی میں بار بار آتے ہیں، نکاح،شادی،منگنی،مختلف دنیوی مقاصد کی تکمیل وکامیابی، دوسری طرف فوتید گی، بیماری،مختلف سماوی وغیر سماوی حوادث ومصائب میں ابتلاء وغیرہ،اس قسم کے امور ہیں،کہ زندگی بھر ہر کس وناکس کو ان سے سابقہ رہتا ہے،اور نوبت بنوبت،

ادل بدل کر سب کو پیش آتے ہیں۔خوشی وغمی کے ان مختلف ومتنوع تقریبات ومواقع پر ثقافت ورواج بالفاظِ دیگر دنیاداری اور مروت ووضع داری کی چھاپ اتنی گہری اور اتنی آشکارا اور نمایاں (اور ساتھ ساتھ قدیم بھی) ہوچکی ہے کہ اس باب میں اچھے خاصے بلکہ اچھے اچھے دینداروں کی دینداری طاقِ نسیان میں دھری رہ جاتی ہے، اور احکامِ شرع ان معاملات میں بالعموم یوں بالائے طاق رکھ دیئے جاتے ہیں کہ گویا شریعت اصلاً ان ابواب سرور وحزن سے تعرض ہی نہیں کرتی اور نہ کچھ ہدایات وتعلیمات اور احکامات کا لگابندھا نظام پیش کرتی ہے، کہ اہلِ اسلام جس کے مکلّف ہوں، اس لئے ان مواقع پر احکامِ شرع کی صحیح معنوں میں رعایت کرنا اور اس پر استقامت اختیار کرنا بڑا صبر آزما کام اور مشکل مرحلہ بن چکا ہے،لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق واستقامت بخشی ہے، وہ اس قسم کے مرحلوں میں بھی ثابت قدم رہتے ہیں، اور احکامِ شرع کی پاسداری کرتے ہیں، خواہ ایسے لوگ آٹے میں نمک کے برابر ہوں، خوشی کے سلسلہ میں جو واقعات حضرت جی کے ہمارے سامنے آئے ہیں، ان میں آپ کی اپنی شادی ونکاح، آپ کی بچی کی شادی ونکاح، آپ کی بعض بھانجیوں کی شادیاں ونکاح، بھتیجیوں اور بھتیجے کے نکاح ہیں (جن میں آپ کی مشاورت وشرکت اور سرپرستی شامل تھی) یہ تقریبات سادگی سے بغیر نام ونمود، تکلفات ومنکرات کے سرانجام پائیں، اور ان میں بڑی راحت ونورانیت اور برکات محسوس ہوئیں، خصوصاً آپ کی اپنی شادی ونکاح اور آپ کی بچی کی شادی ونکاح کی تقریبات تو بہت ہی قابلِ رشک ہیں، آپ کی شادی ونکاح کا مفصل حال آپ کے مرتبہ رسالے ''شادی کو سادی بنایئے'' میں کافی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے (اس رسالے کے ایک سے زیادہ ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں، اور عوام وخواص میں بہت پسند کیا گیا) آپ کی بڑی بچی کے نکاح کی تقریب اواخرِ شعبان ۱۴۳۰ھ میں مسجدِ غفران میں جمعہ کے دن بڑی سادگی کے ساتھ ہوئی، جس کا حال اور اس موقع پر حضرت جی کا بہت مفصل ومؤثر بیان (جو نکاح وشادی کی تقریبات میں منکرات کی نشاندہی اور ان کی تردید پر مشتمل تھا) اس وقت کے التبلیغ (جلد نمبر ۶، شمارہ ۱۰، اور ۱۱، اکتوبر ونومبر 2009ء) میں شائع ہوچکا ہے، اس کے علاوہ بھی خوشی کے چھوٹے بڑے بہت سے مواقع پیش آتے رہے ہیں، ان سب مواقع پر آپ کا طرز وطریقہ موافقِ شرع، معقول ومناسب اور مثالی رہا ہے۔

پریشانی وغمی کے مواقع پر آپ کا طرز وطریقہ

اس سلسلے میں ہمارے سامنے یا ہمارے علم میں جو فوتیدگی کے واقعات ہیں، ان میں آپ کی خوشدامن

صاحبہ (ساس صاحبہ، جو کینسر کی مریضہ تھیں، اور ان کے آخری ماہ وسال آپ ہی کے گھر میں بسر ہوئے، ان کے علاج معالجہ، تیمارداری، اور سب طرح کی خدمات میں آپ کا اور آپ کی اہلیہ صاحبہ کا غالب حصہ ہے، مئی 2007ء میں فوت ہوئیں) کی وفات، آپ کی بعض پھوپھیوں، خالاؤں، ماموں وغیرہ قریبی اعزہ کی وفات، ان سب مواقع پر تعزیت وغمخواری کی مروجہ رسموں اور مجالس ومحافل میں سے کوئی چیز بھی آپ کی طرف سے نہیں ہوئی، نہ آپ کے معمولات ومشاغل میں کوئی نمایاں تبدیلی یا بڑا فرق آیا۔

بیماریوں اور دیگر مختلف حوادث وابتلاؤں کے واقعات پیش آتے رہے، لیکن سب مواقع پر آپ کے تحمل واستقامت کے مظاہر ہی سامنے آتے رہے ہیں، ان سب مواقع پر آپ کا طرزِ عمل بالعموم عزیمت پر ہی مبنی رہا ہے۔ ؎

گزرے ہیں کائنات کے ہر امتحاں سے ہم — تولے گئے ہیں چمن میں بہار وخزاں سے ہم (جاری ہے)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۵ ''تذکرہ مولانا رومی کا''﴾

صفات یاد آ گئیں، تو اس کے فوت (ضائع) یا مغلوب ہونے پر افسوس ہوتا ہے، تو اس وقت (آدمی) زبانِ حال یا زبانِ قال سے اس تاسف کو ظاہر کرتا ہے، جو کہ نفسِ لوامہ کا درجہ ہے (اس درجے پر پہنچنے والے متوسط سالکین ومریدین کے اسی قسم کے احوال ہوتے ہیں) حکایت سے یہی مراد ہے، اور اس افسوس وغم اور آہ وزاری کے سبب اس کو، نے (بنسری) سے تشبیہ دی گئی (کیونکہ بنسری کی لے میں بھی بڑا سوز اور درد ہوتا ہے) اور چونکہ صفاتِ حمیدہ روح کی بہت سی ہیں، محبت ومعرفت اور ذکرِ دائم، ان سب میں (آدمی دنیا کی رنگینیوں میں کھوکر) کمی پاتا ہے، اس لئے ایک ایک کو سوچ کر پریشان ہوتا ہے، کہ ان سب کی جدائی ہوگئی، اس لئے فرماتے ہیں کہ (جدائی ھا) یعنی کئی جدائیوں کی شکایت کرتا ہے (کلیدِ مثنوی) (جاری ہے......)

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ صفر اور توہُّم پرستی

قمری واسلامی سال کے دوسرے مہینے ''صفر'' سے متعلق شرعی احکامات، جاہلانہ خیالات، زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور نظریات اور ان کا ردّ، موجودہ دور کی سینکڑوں توہّم پرستیاں، اور زمانۂ جاہلیت سے ان کا تعلق۔ اور اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات وہدایات۔

مؤلف: مفتی محمد رضوان

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

تذکرہ مولانا رومی کا (قسط ۵)

''بشنواز نے چوں حکایت می کند''

بشنواز نے چوں حکایت می کند وز جدائی ہا شکایت می کند

یہ مثنوی کا پہلا شعر ہے، اس شعر سے مثنوی مولانا روم کا آغاز ہوتا ہے، شعر کا ترجمہ یہ ہے:

بنسری کی آواز سنو، جبکہ وہ اپنی داستانِ غم یا اپنا ماجرا بیان کررہی ہے، اور جدائی وفراق کا شکوہ وفریاد کررہی ہے۔

شمس کی صحبتوں جہاں نے مولانا کے سینے کو علوم ومعارف سے لبریز کردیا تھا اور آپ کے دل ودماغ کو فطرت کے اسرار ورموز اور باطنی امور کا خزینہ دار بنادیا تھا، وہاں شمس کی جدائی وفراق نے آپ کو عشق اور دردِ محبت کا شعلہ جوالہ بھی بنادیا تھا، دردِ محبت اور معرفت کی یہی آگ جب مولانا کی زبان سے نشر ہوکر معرضِ تحریر میں آئی تو ''مثنوی مولوی معنوی'' کہلائی، جو پڑھنے والوں کے سینے میں بھی بقول شاہ عبدالغنی بھولپوری رحمہ اللہ ''عشقِ خداوندی کی آگ لگادیتی ہے (معارفِ مثنوی)

مثنوی شریف قرآنی علوم کا خزینہ، روحانی اور باطنی اسرار ورموز کا دفینہ اور آسمانی وآفاقی حقائق کا گنجینہ ہے، بقول ملا جامی رحمہ اللہ (زمانہ ۸۱۷ھ تا ۸۹۸ھ) [۱]

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن درزبانِ پہلوی

ترجمہ: مولوی معنوی (مولانا روم کا لقب) کی مثنوی فارسی زبان کا قرآن ہے۔

---

[۱] ملا عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ نویں صدی ہجری میں عالمِ اسلام کے یگانہ روزگار عالم اور سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہوئے ہیں، مختلف علوم وفنون پر، تصوف پر، اور شعر وشاعری ونظم میں ۵۴ کتابیں آپ نے یادگار چھوڑیں، نظم میں یوسف زلیخا، تصوف وسوانح میں نفحات الانس اور عربیت میں شرح جامی خاص طور پر مشہور ہیں، شرح جامی تو گزشتہ پانچ سو سال سے عربی مدارس کے نصاب کا حصہ چلی آرہی ہے، فارسی کی شہرہ آفاق نعت جس کا مطلع ہے ''زمہجوری برامد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم'' آپ ہی کی ہے، فضائل درود شریف (شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ) میں اس نعت کے حوالے سے آپ کے سفر حج کا ایک عجیب تاریخی واقعہ مذکور ہے۔

مثنوی کا اندازِ بیان، واسلوب نگارش

پندونصیحت، اور اخلاقی تعلیمات کے بیان کو خشک موضوع سمجھا جاتا ہے، اسی طرح فلسفہ وکلام (علم العقائد) کے مضامین بھی خشک ودقیق ہوتے ہیں، کلامی مباحث میں جدل ومناظرہ اور بحث ومناقشہ بھی ایک لازمی عنصر ہے (کلامی مباحث پر متکلمینِ اسلام جو وسیع علمی ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں، وہ اس پر گواہ ہے) کیونکہ کلامی مباحث (یعنی علم العقائد والکلام) اسلامی تعلیمات کی فلاسفی ہے، جس میں اسلامی تعلیمات (عقائد وایمانیات، احکامات، اصول وفروع) کی حقانیت وصداقت اور برتری سب ادیان ومذاہب پر عقلی وآفاقی اصولوں کی روشنی میں ثابت کی جاتی ہے، نیز غیر مسلم اقوام، مادیین وملحدین اور دہری فلاسفہ کے اسلام پر یا اسلام کے کسی حکم پر اعتراضات کے اس علم کی کتابوں میں جوابات دیئے جاتے ہیں، اس لئے اس قسم کا لٹریچر عوام کی دلچسپیوں سے خالی ہوتا ہے، خاص اہلِ علم اور صاحبانِ ذوق ہی اس سنگلاخ وادی میں دشت نوردی اور بادیہ پیمائی کرتی ہیں، لیکن اس باب میں کچھ مستثنیات بھی ہیں، خصوصاً تصوف واخلاق اور وعظ ونصیحت کے باب میں، کہ تصوف واخلاق کی بعض کتابوں کے مصنفین نے پیرایہ بیان اتنا دلچسپ اور مؤثر اختیار کیا ہے کہ پڑھنے کی طرف خود بخود طبیعت مائل ہوجاتی ہے اور جب ایک دفعہ پڑھنا شروع کریں تو پیرایہ بیان کی دلکشی اور بیان کردہ مضامینِ عالیہ کی عظمت وتاثیر آدمی کو اپنا گرویدہ بنالیتی ہیں، اور کسی اور دنیا میں پہنچادیتی ہیں۔

ایسی کتابوں میں نمایاں نام یہ ہیں:

(۱) شیخ سنائی کی حدیقۃ الحقیقۃ۔ [۱]

---

[۱] حدیقۃ الحقیقۃ حکیم سنائی رحمہ اللہ (آپ چھٹی صدی کے بزرگ ہیں) کی فارسی منظوم تصنیف، تصوف واخلاق، اور کائناتی اسرار ورموز اور حقائق ودقائق پر مشتمل شہرہ آفاق کتاب ہے، راہِ سلوک کے سالکین اس کتاب کی رہنمائی میں سلوک وتصوف کی گھاٹیاں سر کرتے تھے، بلکہ خود مولانا روم کے مریدین وسالکین، حدیقہ سنائی ہی کو مطالعہ میں رکھتے تھے، اور امورِ تصوف میں اس سے استفادہ کرتے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں خانقاہی سلسلوں کے لئے یہ گویا تصوف کے نصاب کی حیثیت رکھتی تھی (جیسے آج کل تبلیغی نصاب ہے) اور چلپی حسام نے جب مولانا روم کو مثنوی لکھنے کی طرف توجہ دلائی تو یہ وجہ بھی بیان کی تھی کہ مریدین کے لئے جو حدیقہ سنائی اور عطار کی منطق الطیر کا مطالعہ کرتے ہیں، ضرورت ہے کہ ایک مفصل کتاب ہو جس میں حدیقہ کی مشکلات حل ہوں اور تصوف کے مسائل وتعلیمات بیان ہوجائیں، اسی وجہ سے حدیقہ اور مثنوی کو علماء محققین متن اور شرح کی نسبت سے دیکھتے ہیں کہ حدیقہ میں جو اجمال ہے، مثنوی میں اس کی تفصیل ہے، اور مولانا روم ایک غزل میں خود فرماتے ہیں:

عطار روح بود وسنائی دو چشم راہ   ما از پئے سنائی وعطار میرویم

یعنی تصوف وسلوک کے میدان میں اور حقائق واسرار کے آشکارا کرنے کے باب میں شیخ عطار اصل بنیاد اور روح ہیں، حکیم سنائی اس راستے کا چراغ اور آنکھیں ہیں، جبکہ ہم ان دونوں کے پیچھے چل رہے ہیں۔

(۲) شیخ فریدالدین عطار کا پند نامہ۔ [۱] **(۳)** شیخ سعدی کی گلستان بوستان۔ [۲]

اور سب سے بڑھ کر مولانا رومی کی مثنوی شریف ہے، جس کا زمانہ سنائی وعطار کے بعد ہے، مولانا ایک جگہ فرماتے ہیں: ع

ما از پئے سنائی وعطار میرویم

ہر چند کہ مثنوی شریف اسلامی تعلیمات کا بحرِ ذخار ہے، جس میں ایک طرف تصوف وطریقت جیسے دقیق ونازک علم وفن کے گنجلک سے گنجلک مباحث بے غبار طریقہ سے حل ہوجاتے ہیں، تو دوسری طرف علمِ کلام کے میدان میں مولانا رومی مسلمانوں کے باطل فرقوں (روافض، خوارج، معتزلہ، باطنیہ، قدریہ جبریہ وغیرہ) سے پنجہ آزمائی کرتے ہوئے اہلِ سنت کے مذہب کو دین کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں مبرہن کرتے نظر آتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ ملاحدہ ودہریین فلاسفہ وزنادقہ اور دوسرے ادیان ومذاہب والوں کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے اوران کے معتقدات وتصورات کا بودا پن اور بطلان ثابت کرتے ہوئے ان سب سے مولانا تن تنہا چومکھی جنگ لڑتے نظر آتے ہیں، اور پیرایۂ بیان اتنا دلکش، رواں، مسلسل، حق کی حمایت اور جوش سے لبریز اور یقین وبداہت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے کہ دل کو کیف وسرور سے اور دماغ کو فہم وشعور سے بھر دیتا ہے، محض ایک خشک ودقیق علم وفن کو اختیار کر کے

---

[۱] شیخ محمد فریدالدین عطار رحمہ اللہ وطن نیشاپور (ایران) زمانہ ۵۱۳ھ تا ۶۲۷ھ ہے، فتنہ تاتار میں ایک تاتاری سپاہی کے ہاتھ سے جامِ شہادت نوش کیا، ابتداءً بڑے پنساری تھے (عطار، پنساری کو کہتے ہیں) بڑے دواخانے کے مالک تھے، دنیاوی کاروبار میں ہمہ تن مگن تھے، ایک اتفاقی واقعہ سے روح پر چوٹ لگی، دل کی دنیا بدلی، زہد ودرویشی کا راستہ اختیار کیا، سلوک کے مراحل طے کر کے مقاماتِ عالیہ میں ان بلندیوں پر فائز ہوئے کہ جہاں تک شاذ ونادر اصحاب ہمت وکمال کی رسائی ہوتی ہے، ۱۱۴ کتب کے مصنف ہونے کا ذکر آپ کے متعلق ملتا ہے، تذکرۃ الاولیاء، منطق الطیر، زیادہ مشہور ہیں، تذکرہ اولیاء کا اردو ترجمہ بھی عام ملتا ہے، پند نامہ عطار وعظ واخلاق، تعمیر سیرت اور تصوف کے مضامین پر آپ کی عمدہ منظوم کتاب ہے، عربی دینی مدارس کے فارسی نصاب کا حصہ رہی ہے۔

[۲] شیخ شرف الدین (لقب مصلح الدین) سعدی شیرازی (ایران) (۵۸۹ھ تا ۶۹۱) گلستان، بوستان فارسی ادب میں آپ کی لازوال وسدابہار شاہکار کتابیں ہیں، گزشتہ سات سو سال سے ایران، افغانستان، وسطی ایشیا (ترکستان) برصغیر پاک وہند وبنگلہ دیش میں مسلمان بچوں کی ابتدائی تعلیمی نصاب کا لازمی حصہ رہی ہے، ان سات سو سالوں میں مسلمانوں کی نسلوں کی نسلیں ان کتابوں سے فیضیاب ہوئیں، تعلیم وتربیت، تعمیرِ سیرت اور اخلاقی تعلیمات کے زیور سے مسلمان بچے کو بچپن سے ہی آراستہ کرنے میں اس تمام عرصے میں ان مذکورہ سب خطوں میں ان کتب نے جتنا فیض پہنچایا ہے، اس کے لئے امت کی گردنیں شیخ کے زیرِ بار احسان ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے شایانِ شان اجر آپ کو عطا فرمائے۔

ان کتب کی فیض رسانی کی سات سو سالہ قدیم روایت آج دینی مدارس میں ہی زندہ وبرقرار ہے، باقی عصری تعلیمی اداروں نے تو انگریزیت ومغربیت کا کلمہ پڑھ کر مسلمان بچوں کے لئے اسلامی فیض کا یہ راستہ بند کر دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کتب کے فیض سے محروم ہو کر ہماری نسلوں نے بہت کچھ کھو دیا ہے، جس کی تلافی شاید کبھی نہ ہو سکے۔

اس کے پیرایہ بیان میں اتنی تاثیر پیدا کرنا ہی بڑا جان جوکھوں کا کام ہے، چہ جائیکہ ایک سے زیادہ علوم وفنون کی سنگلاخ زمینوں میں معانی کا تخم بیجا جائے، اور وہ سدا بہار کھیتیاں بن کر لہلہانے لگیں، اور صدہا سال گزرنے پر بھی ان کی تروتازگی میں فرق نہ آئے، بلاشبہ مثنوی شریف اسی مرتبہ پر فائز ہے۔ ؎

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ میدارد　　　برنگ اصحاب ظاہر را بہ بو اصحابِ معانی را

مثنوی کی تاثیر کی بڑی وجہ اس کا الہامی ہونا ہے

مثنوی کی اس تاثیر وجامعیت کی ایک وجہ بلکہ اصل وجہ تو ان مضامین کا الہامی ہونا ہے، جو خود مولانا کے بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے (جہاں بیان کرتے کرتے استغراق ووارفتگی کی طاری شدہ حالت جب ختم ہونے لگتی ہے، تو چلپی حسام کو خطاب کرتے ہوئے آپ فرمانے لگتے ہیں کہ اب پانی گدلا آنا شروع ہوگیا، جیسے کنویں سے مسلسل پانی نکالا جائے تو بعض دفعہ کنویں میں جمع شدہ پانی ختم ہوجاتا ہے، اور ڈول میں گدلا پانی آنے لگتا ہے، جو علامت ہوتی ہے اس بات کی کہ نیچے پانی بالکل معمولی سا رہ گیا ہے، پھر انتظار کیا جاتا ہے تاکہ زمین کے سوتوں سے پانی ابل ابل کر جمع ہوجائے، اسی طرح مولانا بھی حسام کو آگاہ کرتے ہیں کہ الہام کا کنکشن جو ملاءِ اعلیٰ کی نورانی تاروں سے جڑ گیا تھا، اور دل ودماغ پہ علوم کا نزول ہورہا تھا منقطع ہوا چاہتا ہے، طبیعت کو کچھ وقفہ دینے کی ضرورت ہے، تاکہ طبیعت کو آرام ملے، اور بشاشت کی حالت میں دوبارہ جذب وشوق اور وارفتگی کی کیفیات پیدا ہوں، اور آسمانی علوم سے روح کا کنکشن جڑ جائے) خصوصاً مثنوی کا آخری شعر اس بارے میں بہت واضح ہے۔ ؎

چوفتاد از روزنِ دل آفتاب　　　ختم شد واللہ اعلم بالصواب

یعنی دل میں جس روشن دان سے غیبی علوم ومعارف کا ورود اور الہام ہورہا تھا، اب اللہ کے حکم اور حکمت سے الہام کا یہ آفتاب غروب ہوگیا (بجائے تجلی کے استتار ہوگیا، جیسا کہ اصحابِ معرفت کو یہ دونوں حالتیں پیش آتی ہیں، کتب تصوف میں ان اصطلاحات اور احوال کی تفصیلات دیکھنی چاہئیں) اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ حکمت ومصلحت کس وقت کس چیز میں ہے؟ تجلی فرمانے میں کب مصلحت ہوتی ہے، اور استتار وانقباض میں کب حکمت ہوتی ہے؟

مثنوی کی تاثیر کی دوسری وجہ

مثنوی کی تاثیر کی دوسری وجہ بندہ کے خیال میں مثنوی میں ان مضامینِ عالیہ کے بیان کے لئے مولانا کا

اختیار کردہ اسلوبِ بیان ہے۔ اور وہ اسلوبِ بیان افسانے کا انداز ہے، کہ افسانوی انداز میں کوئی قصہ یا واقعہ مولانا بیان کرنا شروع کرتے ہیں، پھر اس کے ضمن میں روحانی حقائق بکھیرتے جاتے ہیں، اور اونچے سے اونچے مضامین (کلامی واعتقادی، عملی امور، ہدایت وضلالت کی باتیں، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق مباحثِ توحید، عشق ومعرفت اور دردومحبت کے مضامین وغیرہ) بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ مثنوی کا نظم اور اشعار میں ہونا ہے، پوری مثنوی اشعار اور نظم میں ہے (چنانچہ لفظ مثنوی شعر ونظم ہی کی ایک صنف کا نام ہے، جس میں ہر شعر کا اپنا قافیہ وردیف ہوتا ہے، عام نظم یا غزل کی طرح پورا واقعہ ایک ہی قافیہ وردیف میں ہونے کی پابندی نہیں ہوتی) صاحبِ ''معارفِ مثنوی'' کے مطابق یہ پوری مثنوی علمِ عروض کی بحرِ رمل مسدس محذوف میں ہے، جس کا وزن یہ ہے:

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

تقطیع ملاحظہ ہو:

بشنو، از، نے، چو، حکایت، می کند
فا ع، لا، تن، فا، علاتن، فاعلن
وز، جدائی، ہا، شکایت، می کند
فا، علاتن، فا، علاتن، فاعلن

مثنوی کے اس پہلے شعر کا ترجمہ تو پیچھے ہو چکا ہے، اب ذرا اس شعر کے رموز اور مراد کو ملاحظہ کرو، جس سے اندازہ ہوگا کہ مولانا روحانی حقائق کو کس طرح دنیوی، حسی مثالوں کے پردے میں بیان فرماتے ہیں۔

نے (یعنی بنسری) سے مراد روحِ انسانی ہے کہ عالمِ ارواح (ملکوت) میں محبت ومعرفت میں مستغرق ومشغول تھی، عالمِ اجسام کے ساتھ متعلق ہونے سے صفاتِ جسمانیہ شہوت وغضب کا اس پر غلبہ ہوا، اور اس وجہ سے صفاتِ روحانی یعنی محبت ومعرفت وغیرہا میں کمی شروع ہوئی، اس میں اگر جذبہ غیبی یا کسی کامل کی صحبت یا عشق واہلِ عشق کے مطالعے سے متنبہ ہوا، اور دلائل یا ذوق سے اپنی اصلی حالت اور (روح کی) اصل

﴿بقیہ صفحہ ۴۶ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پیارے بچو! مفتی محمد رضوان

ایک شاعر اور مالدار

پیارے بچو! تم نے شاعروں کے بارے میں سنا ہوگا، شاعر وہ لوگ ہوتے ہیں جو شعر بنا کر لوگوں کو سناتے ہیں، جس سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں، اور ان کو پیسے بھی دیتے ہیں۔

پہلے زمانے میں شعر و شاعری کرنے اور سننے کا لوگوں کو بہت شوق تھا، امیر اور مالدار لوگ شاعروں کو اپنے یہاں بلا کر شعر سنتے تھے اور شاعروں کو پیسے دیتے تھے...... مالداروں کو خوش کرنے کے لئے شاعر بھی ایسے ایسے شعر بنایا کرتے تھے، جن میں مالداروں کی خوب تعریف ہوتی تھی۔

اسی طرح ایک دفعہ کسی شاعر نے ایک مالدار کی شعر میں خوب تعریف کی۔

جس سے وہ مالدار بہت خوش ہوا، اور اس نے خوش ہو کر شاعر سے کہا کہ آپ کل ہمارے پاس آنا ہم تمہیں اتنا اور اتنا انعام دیں گے...... وہ انعام بہت زیادہ تھا، جس کو سُن کر شاعر تو بہت خوش ہوگیا، اور خوشی خوشی اپنے گھر لوٹا اور سب گھر والوں کو کل ملنے والے انعام کا بتلایا، گھر والے بھی خوش ہو گئے اور خوشی خوشی میں گھر والے ساری رات جاگتے رہے، سوئے بھی نہیں، اور جو تھوڑے بہت گھر میں پیسے رکھے تھے وہ بھی ایک رات میں کھا پی گئے، اور یہی سوچتے رہے کہ کل تو اتنے زیادہ پیسے آنے والے ہیں ہی، اس لئے اس تھوڑے سے خرچہ سے کیا فرق پڑتا ہے...... اگلے دن صبح صبح نہا دھو کر اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر یہ شاعر مالدار کے گھر پہنچا اور سلام کیا...... اس مالدار نے سلام کا روکھا سا جواب دیا، اور شاعر کی طرف کوئی توجہ نہیں کی...... تھوڑی دیر انتظار کے بعد شاعر نے سوچا کہ شاید مالدار صاحب مصروفیت کی وجہ سے اپنا وعدہ بھول گئے ہوں گے، انہیں وعدہ یاد دلانا چاہئے، یہ سوچ کر شاعر نے کہا کہ حضور میں فلاں شاعر ہوں اور میں نے آپ کی تعریف میں کل شعر سنائے تھے...... مالدار نے کہا کہ سنائے ہوں گے تو کیا ہوا؟

شاعر نے کہا کہ حضور آپ بہت خوش ہوئے تھے...... مالدار نے کہا تو کیا ہوا؟

شاعر نے کہا کہ حضور آپ نے مجھ سے فلاں انعام کا وعدہ کیا تھا؟...... مالدار نے کہا تو کیا ہوا؟

شاعر نے کہا کہ حضور میں وہ انعام لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

مالدار نے کہا کہ اوہو، بھائی وہ سب باتیں تو کل کی اس شعر و شاعری کی محفل تک تھیں، اب وہ کہاں رکھی

ہیں؟ اور میں کوئی بے وقوف نہیں ہوں کہ اپنا پیسہ خواہ مخواہ برباد کرتا پھروں؟

شاعر نے کہا کہ حضور کیا مطلب ہے؟...... مالدار نے کہا کہ مطلب صاف ہے کہ آپ نے ہمیں اپنی زبان سے اچھی بات کر کے خوش کیا تھا، آپ نے ہمیں کچھ دیا نہیں تھا، اسی طرح ہم نے بھی بدلہ میں آپ کو زبان سے اچھی بات کر کے خوش کر دیا تھا اور زبان کا بدلہ زبان سے کر دیا تھا، اور حساب اسی وقت برابر ہوگیا تھا، اب ہماری طرف آپ کا کچھ بھی باقی نہیں ہے۔

اس لئے آپ باعزت طریقہ پر یہاں سے سیدھے اپنے گھر تشریف لے جایئے۔

یہ سن کر غریب شاعر منہ لٹکا کر اور شرمندہ ہو کر بوجھل قدموں سے اپنے گھر واپس لوٹ گیا اور گھر والوں کو جا کر واقعہ سنایا، جس سے گھر میں تو ایک کہرام مچ گیا اور ساری خوشیاں غمی میں بدل گئیں۔ اور جو گھر میں پیسہ تھا وہ بھی برباد ہو گیا۔

پیارے بچو! واقعی ہی شعر و شاعری میں زبانی جمع خرچ ہوتی ہے، اور بہت سے شاعر اپنے شعروں میں ایسی اونچی اونچی بے حقیقت باتیں کہہ دیتے ہیں، جن کا کوئی سر اور پیر نہیں ہوتا۔

اور بعض دفعہ شاعر سمندروں سے یا پہاڑوں سے یا درختوں سے، یا چاند، سورج اور ستاروں سے باتیں کرتے ہیں، اور بعض دفعہ فوت شدہ لوگوں کو بھی اپنے شعر میں اس طرح مخاطب کرتے ہیں کہ جیسا کہ یہ چیزیں اور فوت شدہ لوگ ان کی باتوں کو براہِ راست سن رہے ہیں۔

حالانکہ حقیقت میں یہ بات نہیں ہوتی...... اس لئے شعر و شاعری کو حقیقت سمجھ لینا غلط ہے، اور شاعروں کی باتوں سے خوش ہو جانا اور ان کی خاطر اپنا پیسہ برباد کرنا بے وقوفی ہے۔

مجالسِ حضرت عشرت

جناب حضرت نواب محمد عشرت علیخان قیصر صاحب مدظلہم

خلیفۂ اجل: حضرت مسیح الامت مولانا محمد مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی

وحضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہما اللہ کی اصلاحی مجالس

ضبط وترتیب: مولانا محمد ناصر

نظرِ ثانی: مفتی محمد رضوان صاحب

بزمِ خواتین

مفتی محمد رضوان

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

شوہر کی قدر کرنے کی فضیلت اور ناقدری کا وبال

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاَ يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلٰى اِمْرَأَةٍ لاَ تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا وَهِيَ لاَ تَسْتَغْنِيُ عَنْهُ (السنن الکبریٰ للنسائی حدیث نمبر ۹۱۳۵،مسند البزار حدیث نمبر ۲۳۴۹) [۱]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسی عورت کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے، جو اپنے شوہر کی شکر گزار (وقدر دان) نہ بنے، دراں حالیکہ وہ عورت اپنے شوہر سے مستغنی (وبے نیاز) نہیں ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو عورت اپنے شوہر کی ناشکری کرے گی، وہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم ہوگی۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک کی اس طرح تلقین فرمائی:

"أَحْسِنِيْ، فَإِنَّهُ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ "(شعب الایمان حدیث نمبر ۸۳۵۵) [۲]

ترجمہ: تم شوہر کے ساتھ نیک سلوک کرو، کیونکہ وہی آپ کی جنت ہے، اور جہنم ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے جنت اور بدسلوکی کرنے سے جہنم حاصل ہوگی۔

اور جہاں ایک طرف شوہر کی ناشکری اور شوہر کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر جہنم کی وعید آئی ہے، دوسری طرف شوہر کے ساتھ نیک سلوک اور شوہر کی فرمانبرداری کرنے پر جنت کی عظیم بشارت بھی آئی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيْلَ لَهَا :اُدْخُلِى الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ "(مسند احمد

---

[۱] قال الهيثمی:رواه البزار باسنادين والطبرانی وأحد إسنادی البزار رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد ج۴ص ۳۰۹)

[۲] قال الهيثمی:رواه أحمد والطبرانی فی الكبير والاوسط إلا أنه قال فانظری كيف أنت له ، ورجاله رجال الصحيح خلا حصين وهو ثقة(مجمع الزوائد ج۴ص ۳۰۶)

حدیث نمبر ۱۶۶۱) [1]

ترجمہ: جب عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھے، اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے، اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے، تو اسے (قیامت کے دن) کہا جائے گا کہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے میں سے آپ چاہیں داخل ہو جائیں (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَالِدَاتٌ حَامِلَاتٌ رَحِيمَاتٌ لَوْلَا مَا يَأْتِينَ إِلٰى أَزْوَاجِهِنَّ لَدَخَلَ مُصَلِّيَاتُهُنَّ الْجَنَّةَ "(مستدرک حاکم حدیث نمبر ۷۴۳۹، واللفظ لهٗ) [2]

ترجمہ: اولاد والی اور حاملہ اور (اپنے بچوں پر) رحم کرنے والی عورتیں اگر اپنے شوہروں کے ساتھ وہ طرزِ عمل اختیار نہ کریں (جو عام طور سے ان کی عادت ہے، یعنی ناشکری وغیرہ) تو ان میں نماز پڑھنے والی عورتیں جنت میں ضرور داخل ہو جائیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کے ساتھ بدسلوکی اور ناشکری عورتوں کے لئے جنت میں جانے میں رکاوٹ ہے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

نِسَاؤُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْوَدُودُ الْوَلُودُ ، الَّتِي إِذَا آذَتْ ، أَوْ أُوذِيَتْ ، أَتَتْ زَوْجَهَا ، حَتّٰى تَضَعَ يَدَهَا فِي كَفِّهِ ، فَتَقُولُ :لَا أَذُوقُ غَمْضًا حَتّٰى تَرْضٰى

(مداراة الناس لابنِ ابی الدنیا حدیث نمبر ۱۷۶، واللفظ لهٗ، تاریخِ دمشق، تحت ترجمة أحمد بن محمد بن سعيد أبي عثمان بلفظ "العود على زوجها التي إذا غضب جاء ت الخ")

ترجمہ: تمہاری جنتی عورتیں وہ ہیں، جو کہ (شوہروں سے) محبت کرنے والی ہوں، اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہوں، جو کہ (شوہر کو) کوئی تکلیف پہنچائیں یا ان کو (شوہر کی طرف سے) تکلیف پہنچے، تو وہ (شوہر کے ناراض ہونے کی صورت میں بہرحال) اپنے شوہر کے پاس آئیں، اور اس کی ہتھیلی میں اپنا ہاتھ رکھ کر کہیں کہ میں اس وقت تک نیند کا ذائقہ

---

[1] قال الهيثمي: رواه أحمد والطبراني في الاوسط وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن، وبقية رجاله رجال الصحيح. (مجمع الزوائد ج۴ص ۳۰۶، باب حق الزوج على المرأة)

[2] قال الحاكم: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "وَقَدْ أَعْضَلَهُ وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم

Idara Ghufran

نہیں چکھونگی، جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ خواہ زیادتی عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے، لیکن بہرحال خفگی اور ناراضگی دور کرنے کے لئے عورت شوہر کو راضی کرے، تو یہ عورت کے لئے جنت میں داخلے کا باعث ہے۔

اور حضرت ابواذینہ صدفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَیْرُ نِسَائِکُمُ الْوَدُوْدُ الْوَلُوْدُ الْمَوَاتِیَةُ الْمُوَاسِیَةُ إِذَا اتَّقَیْنَ اللّٰهَ وَشَرُّ نِسَائِکُمُ الْمُتَبَرِّجَاتُ الْمُتَخَیِّلاَتُ وَهُنَّ الْمُنَافِقَاتُ لاَ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْهُنَّ إِلاَّ مِثْلُ الْغُرَابِ الْأَعْصَمِ(سنن البیهقی حدیث نمبر ۱۳۸۶۰، کتاب النکاح) [1]

ترجمہ: تم میں سے بہترین عورتیں وہ ہیں، جو کہ (شوہروں سے) محبت کرنے والی ہوں، اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہوں، اور شوہر کی اطاعت وموافقت کرنے والی ہوں، جبکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ اور تم میں سے شریرترین وہ عورتیں ہیں جو کہ اپنی زینت کو اجنبیوں کے لئے ظاہر کرنے والی ہوں، اور تکبر اختیار کرنے والی ہوں، اور وہ منافق ہیں (یعنی نفاقِ عملی میں مبتلا ہیں) عورتوں میں سے جنت میں صرف اعصم کووں کی مقدار کے برابر ہی داخل ہونگیں (ترجمہ ختم)

اعصَم ایسے کووں کو کہا جاتا ہے کہ جن کی چونچ اور پاؤں سرخ ہوتے ہیں، اور وہ مقدار میں بہت کم ہوتے ہیں، اسی حیثیت سے کم مقدار کے ساتھ عورتیں جنت میں داخل ہونگیں، اور زیادہ مقدار میں جہنم میں داخل ہونگیں (فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۴۰۹۲)

یوں تو کسی بھی انسان کی ناشکری اور احسان فراموشی کرنا اللہ تعالیٰ کی نظر میں براعمل ہے، بلکہ جو انسان بندوں کا شکر نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بھی شمار نہیں ہوتا۔

چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

مَنْ لَّا یَشْکُرُ النَّاسَ لَا یَشْکُرُ اللّٰهَ(ترمذی حدیث نمبر ۱۸۷۷) [2]

ترجمہ: جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا (ترجمہ ختم)

---

[1] قال الالبانی: قلت :و هذا إسناد رجاله ثقات علی ضعف فی عبد الله بن صالح لکنه قد توبع (السلسلة الصحیحة تحت حدیث رقم ۱۸۴۹)

[2] قال الهیثمی: رواه کله أحمد والطبرانی ورجال أحمد ثقات(مجمع الزوائد ج۸ص۱۸۰، باب شکر المعروف ومکافأة فاعله)

اور شوہر کا حق اور درجہ تو سب انسانوں سے زیادہ ہے، لہٰذا شوہر کی ناشکری اور احسان فراموشی کا وبال اسی نسبت سے زیادہ ہوگا۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قُلْتُ :يَـا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ ؟ قَالَ زَوْجُهَا قُلْتُ فَأَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ ؟ قَالَ أُمُّـهُ(مستدرک حاکم حدیث نمبر ۷۳۵۳) [۱]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! عورت پر لوگوں میں سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ تو رسول اللہ نے فرمایا کہ شوہر کا، میں نے عرض کیا کہ مرد پر لوگوں میں سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ماں کا (ترجمہ ختم)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ كُنْـتُ آمِـرًا أَحَـدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَالَّـذِىْ نَـفْـسُ مُـحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا تُؤَدِّى الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّىَ حَقَّ زَوْجِهَا وَلَوْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا وَهِىَ عَلٰى قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ(ابن ماجة حديث نمبر ۱۸۴۳) [۲]

ترجمہ: اگر میں کسی کو اس بات کا حکم دیتا کہ وہ غیر اللہ کے لئے سجدہ کرے، تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، اور قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ عورت اللہ تعالیٰ کے اپنے ذمہ میں حق کو اس وقت تک ادا نہیں کرسکتی، جب تک کہ اپنے شوہر کے حق کو ادا نہ کردے، یہاں تک کہ اگر شوہر اس کو طلب کرے، اور وہ اونٹ کی پیٹھ کے اوپر رکھے ہوئے کجاوے میں ہو، تب بھی شوہر کو منع نہ کرے (ترجمہ ختم)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاَ تَصُوْمُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهٖ غَيْرَ رَمَضَانَ وَلاَ تَأْذَنُ فِىْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهٖ(ابوداوُد حديث نمبر ۲۴۶۰، بخاری، حديث نمبر ۴۷۹۶)

---

[۱] قال الهيثمي: وفيه أبو عتبة ولم يحدث عنه غير مسعر، وبقية رجاله رجال الصحيح .(مجمع الزوائد ج۴ص ۳۰۹،باب حق الزوج على المرأة)

[۲] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير والاوسط بنحوه ورجاله رجال الصحيح خلا المغيرة بن مسلم وهو ثقة.(مجمع الزوائد ج۴ص۳۰۸،باب حق الزوج على المرأة)

ترجمہ: عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر غیر رمضان کا (یعنی نفلی) روزہ نہ رکھے، اور شوہر کے گھر میں شوہر کے ہوتے ہوئے کسی کو اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونے دے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِثْنَانِ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمَا رُءُ وسَهُمَا :عَبْدٌ آبِقٌ مِنْ مَوَالِيهِ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ ، وَامْرَأَةٌ عَصَتْ زَوْجَهَا حَتّٰى تَرْجِعَ (المعجم الكبير حديث نمبر ۳۶، المعجم الاوسط للطبرانی حديث نمبر ۳۶۲۸) [1]

ترجمہ: دو آدمیوں کی نماز ان کے سر کے اوپر سے آگے نہیں جاتی (یعنی قبول نہیں کی جاتی) ایک وہ غلام جو اپنے مالکوں سے بھاگ جائے، یہاں تک کہ ان کی طرف لوٹ کر نہ آجائے، اور ایک وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے، یہاں تک کہ باز نہ آجائے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

يَا مَعَاشِرَ النِّسَاءِ ، لَوْ تَعْلَمْنَ حَقَّ أَزْوَاجِكُنَّ عَلَيْكُنَّ لَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ مِنْكُنَّ تَمْسَحُ الْغُبَارَعَنْ وَجْهِ زَوْجِهَا بِحُرِ وَجْهِهَا (مصنف ابنِ ابی شيبة حديث نمبر ۱۷۴۱۴)

ترجمہ: اے عورتوں کی جماعت! اگر تم اپنے شوہروں کا وہ حق جان لو، جو تمہارے ذمہ ہے، تو تم میں سے عورت اپنے شوہر کے چہرے کے غبار کو اپنے چہرے کے ظاہری حصے سے صاف کرے (ترجمہ ختم)

---

[1] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الصغير والاوسط ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۴ ص ۳۱۵)

خواتین کی مخصوص پاکی وناپاکی کے احکام

حیض، نفاس اور استحاضہ کے مفصل ومدلل مسائل واحکام

مؤلف: مفتی محمد یونس

(معین افتاء، ادارہ غفران، راولپنڈی)

ملنے کا پتہ: کتب خانہ ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی۔ 051-5507270

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

رکوع وسجدہ میں اطمینان اورقومہ وجلسہ کا حکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

نماز میں رکوع اور سجدہ کے تو فرض ہونے میں شبہ نہیں، لیکن کیا رکوع اور سجدے کے اندر کچھ مقدار ٹھہرنا اور اسی طرح قومہ اور جلسہ کرنا بھی فرض ہے یا واجب ہے، یا پھر سنت ہے؟

اس سلسلہ میں فقہ حنفیہ کی کتابوں میں عبارات مختلف ہیں۔

امید ہے کہ تفصیل سے جواب تحریر فرمائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

نماز میں رکوع اور سجدے کے فرض ہونے پر تو فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔

کیونکہ ان کی فرضیت قرآن مجید کی آیت سے ثابت ہے۔

لیکن کیا قومہ وجلسہ [1] کی ادائیگی، اورقومہ وجلسہ اور رکوع وسجدے کو اطمینان سے ادا کرنا بھی فرض ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف اور بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک قومہ اور جلسہ کی ادائیگی، اورقومہ وجلسہ اور رکوع وسجدے کو اطمینان سے ادا کرنا نماز کے فرائض وارکان میں داخل ہے۔

جبکہ طرفین (یعنی امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ) کے نزدیک قومہ اور جلسہ کی ادائیگی، اورقومہ وجلسہ اور رکوع وسجدے کو اطمینان سے ادا کرنا نماز کے فرائض وارکان میں تو داخل نہیں، البتہ ان کا نماز کے واجبات میں داخل ہونا راجح ہے۔

اور احناف (بالخصوص متاخرین) کا فتویٰ طرفین (یعنی امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ) کے اسی راجح قول

[1] رکوع سے فارغ ہو کر کھڑے ہونے کو قومہ اور سجدہ سے اٹھ کر بیٹھنے کو جلسہ کہا جاتا ہے۔

Idara Ghufran

پر ہے۔ ؎۱

لہٰذا اگر کوئی جان بوجھ کر قومہ اور جلسہ کو بالکل چھوڑ دے، یا قومہ اور جلسہ اور رکوع وسجدے کو اطمینان سے ادا نہ کرے، تو اس نماز کا لوٹانا واجب ہے، اور اگر بھولے سے چھوٹ جائے، تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔ اور اگر سجدہ سہو نہ کیا تو بھی نماز کا لوٹانا واجب ہے۔ ؎۲

؎۱ اور اس کے برخلاف تعدیل اور قومہ وجلسہ کے مسنون ہونے کا قول دلائل کی رُو سے مرجوح ہے۔

ومنها تعديل الأركان وهو الطمأنينة فی الركوع والسجود وقد اختلف فی وجوب السجود بتركه بناء علی أنه واجب أو سنة والمذهب الوجوب ولزوم السجود بتركه ساهيا وصححه فی البدائع كذا فی البحر الرائق (الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثانی عشر)

(قوله وتعديل الأركان) هو سنة عندهما فی تخريج الجرجانی ، وفی تخريج الكرخی ، واجب حتی تجب سجدتا السهو بتركه كذا فی الهداية وجزم بالثانی فی الكنز والوقاية والملتقی ، وهو مقتضی الأدلة كما يأتی قال فی البحر :وبهذا يضعف قول الجرجانی (قوله وكذا فی الرفع منهما) أی يجب التعديل أيضا فی القومة من الركوع والجلسة بين السجدتين ، وتضمن كلامه وجوب نفس القومة والجلسة أيضا لأنه يلزم من وجوب التعديل فيهما وجوبهما (قوله علی ما اختاره الكمال) قال فی البحر :ومقتضی الدليل وجوب الطمأنينة فی الأربعة أی فی الركوع والسجود وفی القومة والجلسة ، ووجوب نفس الرفع من الركوع والجلوس بين السجدتين للمواظبة علی ذلک كله وللأمر فی حديث المسیء صلاته ، ولما ذكره قاضی خان من لزوم سجود السهو بترک الرفع من الركوع ساهيا وكذا فی المحيط ، فيكون حكم الجلسة بين السجدتين كذلک لأن الكلام فيهما واحد ، والقول بوجوب الكل هو مختار المحقق ابن الهمام وتلميذه ابن أمير الحاج ، حتی قال إنه الصواب ، والله الموفق للصواب ا هـ .مطلب لا ينبغی أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية وقال فی شرح المنية ولا ينبغی أن يعدل عن الدراية أی الدليل إذا وافقتها رواية علی ما تقدم عن فتاوی قاضی خان ، ومثله ما ذكر فی القنية من قوله :وقد شدد القاضی الصدر فی شرحه فی تعديل الأركان جميعها تشديدا بليغا فقال :وإكمال كل ركن واجب عند أبی حنيفة ومحمد .وعند أبی يوسف والشافعی فريضة (رد المحتار ج ١ ص ٤٦٤، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،واجبات الصلات، دارالفكر ، بيروت)

وخلاصة المرام ان الطمانينة فی الركوع وفی السجود وفی القومة وفی الجلسة كلها فرض علی رأی الشافعی وابی يوسف واما عند ابی حنيفة ومحمد فالطمانينة فی الاولیين واجب علی الاصح خلافا لما خرجه الجرجانی والاخريان وكذا الطمانينة فيهما سنةبا تفاق تخريجها هذا هو المستفاد من كتب القدماء واختار المحققون من المتاخرين وجوب القومة والجلسة مع وجوب الطمانينة فيهما ايضا عند ابی حنيفة ومحمد وهو الاصح بالنظر الدقيق(السعاية ، ج٢ ص ١٤١ ،باب صفة الصلاة)

؎۲ ولو ترک تعديل الاركان، ساهيا، أو القومة التی بين الركوع والسجود، يجب عليه السهو، لانه غير الفرض، وترک الواجب .(تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج١ ص ٢١٠، كتاب الصلاة، باب السهو، دارالكتب العلمية، بيروت)

ولو ترک القومة ساهيا بأن انحط من الركوع ساجدا ففی فتاوی قاضی خان أن عليه السجود عند أبی حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالی هكذا فی فتح القدير(الفتاوی الهندية،كتاب الصلاة،الباب الثانی عشر فی سجود السهو)

ثم الصحيح من هذه المذاهب والروايات وجوب الاربعة اعنی طمانينة الركوع والسجود ورفع الرأس عنهما والقومة والجلسة والطمانينة فيهمالو ترک شيئا منها عمدا اثم ووجب اعادتها وان سهوا فعليه سجدتاالسهو (رسالة"معدل الصلاة"للبركلی، صفحه ١٤)

اب رہا یہ کہ رکوع وسجدے، اور قومہ وجلسہ کو کتنی مقدار میں اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے؟ تو احادیث وروایات میں اس کی وضاحت اعضاء کی حرکت ختم ہوجانے اور ہڈیوں کے جوڑ اپنے مقام پر پہنچ جانے سے کی گئی ہے۔اور اس کا اندازہ فقہائے احناف نے ایک تسبیح (یعنی ایک مرتبہ ''سبحان ربی العظیم'' یا ''سبحان ربی الاعلیٰ'') کی مقدار کے برابر بیان کیا ہے۔

لہٰذا رکوع وسجدے اور قومہ اور جلسہ میں اتنا ٹھہراؤ اور سکون واجب ہے کہ جتنی دیر میں ایک مرتبہ ''سبحان ربی العظیم'' یا ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہا جاسکے۔ [۱]

قومہ اور جلسہ کے واجب اور رکوع وسجدہ اور قومہ وجلسہ میں اطمینان کے واجب (نہ کہ سنت وفرض) ہونے کے سلسلہ میں طرفین (یعنی امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ) کا استدلال درج ذیل احادیث سے مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰی ثُمَّ سَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْکَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ فَأَعْلِمْنِي قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ وَاقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَکَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَکَ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ وَتَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِکَ فِي صَلَاتِکَ كُلِّهَا (بخاری، کتاب الایمان والنذور،باب إذا حنث ناسیا فی الأیمان،حدیث نمبر ۶۱۷۴،واللفظ لہٗ،مسلم، حدیث نمبر ۹۱۱، ابوداوٗد حدیث نمبر ۸۵۶)

---

[۱] وهو الاطمئنان فی الرُّكوع، وكذا فی السُّجود، وقُدِّرَبمقدارِ تسبيحة، وكذاالاطمئنان بين الرُّكوع والسُّجود، وبين السَّجدتين(شرح الوقاية ،كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

قوله: وقدر بتسبيحة ای قدر الاطمينان بتسبيحة واحدة فی الركوع سبحان ربی العظيم وفی السجود سبحان ربی الاعلیٰ (السعاية فی كشف مافی شرح الوقاية ، ج۲ ص ۱۴۴)

(وتعديل الاركان) أی تسكين الجوارح قدر تسبيحة فی الركوع والسجود، وكذا فی الرفع منهما علی ما اختاره الكمال(الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،واجبات الصلات، دارالفكر،بيروت)

اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ جتنی دیر میں ایک مرتبہ تسبیح کہی جاسکتی ہے، اعضاء کا استقرار بھی اتنی ہی دیر میں مکمل ہوتا ہے، فللّٰہ در الاحناف۔محمد رضوان۔

ترجمہ: ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہوکر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے، وہ شخص نماز سے فارغ ہوکر آپ ﷺ کے پاس آیا، اور سلام کیا، آپ نے فرمایا واپس جاؤ، اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ واپس گیا اور (دوبارہ) نماز پڑھ کر پھر آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا، اور فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، تیسری مرتبہ اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے (نماز کے طریقہ کی) تعلیم دے دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رو ہوکر تکبیر کہو، اور جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو پڑھو (قرآن کی اتنی قرأت کرو) اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو، پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہوجاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہوجاؤ، اور اسی طرح ساری نماز میں کرو (ترجمہ ختم)

حضور ﷺ نے رکوع وسجدے اور قومہ وجلسہ میں جلدی کرنے اور ان افعال کو اطمینان اور اعتدال کے ساتھ نہ کرنے کی وجہ سے نماز کو لوٹانے کا حکم فرمایا، جو اطمینان واعتدال کے واجب ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ واجب عمل کو چھوڑنے کی وجہ سے نماز کا لوٹانا واجب ہوا کرتا ہے، اگر مذکورہ اطمینان واعتدال واجب نہ ہوتا بلکہ سنت ہوتا، تو لوٹانے کا حکم فرمانے کے کوئی معنیٰ نہیں تھے، جس کی مزید تفصیل اگلی روایات کے ذیل میں آتی ہے۔

(عمدۃ القاری للعینی، کتاب الاذان، باب أمر النبی الذی لا یتم رکوعہ بالإعادۃ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۶۳، کتاب الصلاۃ، فصل الواجبات الأصلیۃ فی الصلاۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

حضرت رفاعہ بن رافع بدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلّٰى فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمُقُهُ ، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ وَقَالَ " :ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "فَرَجَعَ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ وَقَالَ " :ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ قَالَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الرَّابِعَةِ :وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ،لَقَدْ أَجْهَدْتُ نَفْسِي، فَعَلِّمْنِي وَأَرِنِي، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تُصَلِّيَ فَتَوَضَّأْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ كَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ، ثُمَّ

ارْكَـعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَـاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ قُمْ، فَإِذَا أَتْمَمْتَ صَلَاتَكَ عَلَى هَذَا فَقَدْ أَتْمَمْتَهَا، وَمَا انْتَقَصْتَ مِنْ هَذَا مِنْ شَيْءٍ، فَإِنَّمَا تُنْقِصُهُ مِنْ صَلَاتِكَ(مسند أحمد، حديث نمبر ١٨٩٩٧)

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، پھر اس نے مسجد کے کونے میں نماز پڑھی، رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھنا شروع کیا، پھر وہ شخص آیا، اور سلام کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، اور فرمایا کہ آپ لوٹ جایئے اور نماز پڑھیئے، کیونکہ آپ نے نماز (صحیح طور پر) نہیں پڑھی، وہ لوٹ گیا، پھر اس نے نماز پڑھی، پھر آیا اور سلام کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، اور فرمایا کہ آپ لوٹ جایئے اور نماز پڑھیئے، کیونکہ آپ نے نماز نہیں پڑھی، رسول اللہ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ ایسا ہی فرمایا، پھر اس آدمی نے تیسری یا چوتھی مرتبہ کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، میں نے تو اپنی طرف سے خوب کوشش کی ہے، مجھے آپ (نماز کی) تعلیم دے دیجئے، اور بتلا دیجئے، اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آپ نماز پڑھنا چاہیں، تو آپ اچھے طریقے سے وضو کریں، پھر قبلہ کی طرف رخ کریں، پھر تکبیرِ تحریمہ کہیں، پھر قرأت کریں، پھر اطمینان سے رکوع کریں، پھر رکوع سے اٹھ کر اطمینان سے کھڑے ہوں، پھر اطمینان سے سجدہ کریں، پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھیں، پھر اطمینان سے سجدہ کریں، پھر سجدہ سے اٹھیں، پس جب آپ اپنی نماز کو اس طریقہ پر پورا کرلیں گے، تو آپ کی نماز مکمل ہوجائے گی، اور اس طریقہ سے جو چیز بھی آپ کم کریں گے، تو آپ اتنی ہی اپنی نماز ناقص کریں گے (ترجمہ ختم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رکوع وسجدے اور قومہ وجلسہ میں اطمینان واعتدال اختیار نہ کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے (بالکل ضائع نہیں ہوتی) ورنہ آپ یہ فرماتے کہ نماز ادا نہیں ہوتی، اور ناقص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا واجب ادا نہیں ہوتا۔

اور ترمذی وغیرہ کی ایک روایت میں یہ واقعہ اس طرح آیا ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّـهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا قَالَ

رِفَاعَةُ وَنَحْنُ مَعَهُ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ كَالْبَدَوِيِّ فَصَلَّى فَأَخَفَّ صَلَاتَهُ ثُمَّ انْصَرَفَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ وَعَلَيْكَ فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَفَعَلَ ذَلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَخَافَ النَّاسُ وَكَبُرَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونَ مَنْ أَخَفَّ صَلَاتَهُ لَمْ يُصَلِّ فَقَالَ الرَّجُلُ فِي آخِرِ ذَلِكَ فَأَرِنِي وَعَلِّمْنِي فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُصِيبُ وَأُخْطِءُ فَقَالَ أَجَلْ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَتَوَضَّأْ كَمَا أَمَرَكَ اللَّهُ ثُمَّ تَشَهَّدْ وَأَقِمْ فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ وَإِلَّا فَاحْمَدْ اللَّهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ثُمَّ ارْكَعْ فَاطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ اعْتَدِلْ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ فَاعْتَدِلْ سَاجِدًا ثُمَّ اجْلِسْ فَاطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ قُمْ فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ وَإِنْ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ قَالَ وَكَانَ هَذَا أَهْوَنَ عَلَيْهِمْ مِنْ الْأَوَّلِ أَنَّهُ مَنْ انْتَقَصَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا انْتَقَصَ مِنْ صَلَاتِهِ وَلَمْ تَذْهَبْ كُلُّهَا (ترمذی حدیث نمبر ۲۷۸، کتاب الصلاة،بَاب مَا جَاءَ فِي وَصْفِ الصَّلَاةِ،واللفظ لهُ، مسند الطیالسی، حدیث نمبر ۱۴۵۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے، حضرت رفاعہ کہتے ہیں کہ ہم بھی اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھے کہ اچانک ایک دیہاتی شخص آیا، اس نے نماز پڑھی تو بہت ہی ہلکی پھلکی، پھر فارغ ہو کر آپ ﷺ (کے پاس حاضر ہو کر آپ) کو سلام کیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جایئے اور نماز پڑھئے، آپ نے نماز نہیں پڑھی، وہ شخص واپس ہوا اور دوبارہ نماز پڑھی پھر آیا اور سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جایئے اور نماز پڑھئے، آپ نے نماز نہیں پڑھی دو یا تین مرتبہ ایسا ہوا ہر مرتبہ وہ آتا اور سلام کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے یہی کہتے کہ جایئے اور نماز پڑھئے، آپ نے نماز نہیں پڑھی، اس پر لوگ گھبرا گئے اور ان پر یہ بات شاق گذری کہ جس نے ہلکی نماز پڑھی گویا کہ اس نے

---

[1] قَالَ الترمذی:
وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ رِفَاعَةَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ(ترمذی،بَاب مَا جَاءَ فِي وَصْفِ الصَّلَاةِ)

Idara Ghufran

نماز پڑھی ہی نہیں، چنانچہ اس شخص نے آخر میں عرض کیا کہ مجھے سکھایئے میں تو انسان ہوں صحیح بھی کرتا ہوں اور مجھ سے غلطی بھی ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے اسی طرح وضو کرو پھر اذان دو اور اقامت کہو پھر اگر تمہیں قرآن میں سے کچھ یاد ہو تو پڑھو ورنہ اللہ کی تعریف اور اس کی بزرگی بیان کرو، اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو پھر رکوع کرو اور اطمینان کے ساتھ کرو پھر سیدھے کھڑے ہوجاؤ پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو پھر اطمینان کے ساتھ بیٹھو پھر کھڑے ہوجاؤ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی اور اگر آپ نے اس میں سے کچھ کمی کی، تو آپ اپنی نماز میں سے کم کرنے والے ہونگے، حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ (اس روایت کے راوی) کہتے ہیں کہ یہ چیز ہم لوگوں کے لئے پہلی چیز (یعنی یہ سمجھنے سے کہ نماز بالکل ادا نہیں ہوئی) سے آسان تھی کہ جو کمی رہ گئی وہ تمہاری نماز میں کمی ہوئی اور پوری کی پوری نماز بے کار نہیں ہوئی (ترجمہ ختم)

اور سننِ کبریٰ نسائی کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

فإذا فعلت ذلک فقد تمت صلاتک وإن انتقصت منه شيئا انتقص من صلاتک ولم تذهب کلها(السنن الکبری،للنسائی،کتاب الطهارة)

ترجمہ: جب آپ ایسا کرلوگے، تو آپ کی نماز مکمل ہوجائے گی، اور اگر آپ اس میں سے کچھ کمی کروگے، تو آپ کی نماز میں سے کمی ہوجائے گی، اور پوری نماز ضائع نہیں ہوگی (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے پہلے جو یہ بات فرمائی تھی کہ آپ نے نماز نہیں پڑھی، اس سے صحابۂ کرام نے پہلے یہی سمجھا تھا کہ اعتدال اور طمانینت چھوڑنے کی وجہ سے سرے سے نماز ہی نہیں ہوتی، لیکن بعد میں حضور ﷺ کے ارشاد سے یہ سمجھا کہ نماز ناقص ہوئی، یعنی فرض کے درجے میں تو ادا ہوگئی، اور واجب کے درجے میں ادا نہیں ہوئی، جس کی وجہ سے واجب الاعادہ ہوئی، اور حضور ﷺ نے اسی وجہ سے اس کے اعادہ کرنے اور لوٹانے کا حکم فرمایا۔ [1]

---

[1] جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ حدیثِ مذکور میں اتمامِ صلاۃ سے واجب درجے کا اتمام مراد ہے، تو اس سے ان احادیث کے اتمام کے معنیٰ بھی معلوم ہوگئے، جن میں ''اتمواالرکوع والسجود'' یا ''یالایتم رکوعها'' وغیرہ فرمایا گیا ہے کہ ان احادیث میں بھی اتمام سے مراد اتمامِ وجوب ہے۔

(الجوهر النقی ،لابن الترکمانی ،باب تعین القراء ة المطلقة فیما روینا بالفاتحة ،فتح الملهم شرح صحیح مسلم، جزء ۲ ، صفحة ۳۴)

جس سے معلوم ہوا کہ قومہ اور جلسہ،اور ان میں اعتدال وطمانینت ،اور اسی طرح رکوع وسجدے میں طمانینت واجب ہے، نہ کہ فرض یا سنت۔

اوراگر یہ اعمال واجب نہ ہوتے، بلکہ فرض ورکن یا سنت ہوتے ،تو حضورﷺ اس شخص کے ہر مرتبہ نماز پورا کرنے کا انتظار فرما کرلوٹانے کا حکم نہ فرماتے، بلکہ یا تو لوٹانے کا حکم ہی نہ فرماتے، کیونکہ سنت حکم کے چھوٹنے پر اس طرح کا حکم فرمانے کی ضرورت نہیں تھی، یا درمیان میں ہی نماز کو باطل قرار دیتے، کیونکہ فرض کے چھوڑنے سے نماز سرے سے باطل ہوجاتی ہے،اوراس کے بعد اس کو پورا کرنا حرام ہوجا تا ہے، کیونکہ فرض کے بغیر یہ فعل عبث اور لغو ہوجا تا ہے۔ [1]

اور مسند احمد کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

فَإِذَا رَكَعْتَ، فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ، وَامْدُدْ ظَهْرَكَ وَمَكِّنْ لِرُكُوعِكَ، فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَأَقِمْ صُلْبَكَ حَتَّى تَرْجِعَ الْعِظَامُ إِلَى مَفَاصِلِهَا، وَإِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُودِكَ، فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ، فَاجْلِسْ عَلَى فَخِذِكَ الْيُسْرَى، ثُمَّ اصْنَعْ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ وَسَجْدَةٍ (مسند أحمد، حديث نمبر ۱۸۹۹۵)

ترجمہ: پس جب آپ رکوع کریں،تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھیں،اوراپنی پشت کو پھیلا لیں،اوراپنے رکوع کو اطمینان سے کریں، پھر جب آپ رکوع سے سر اٹھائیں تو اپنی پشت کو سیدھا کرلیں، یہاں تک کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں پر لوٹ آئیں،اور جب آپ سجدہ کریں تو اپنے سجدے کو اطمینان سے کریں، پھر جب آپ سجدے سے اپنا سر اٹھائیں تو اپنی بائیں ران پر بیٹھ جائیں، پھر یہ ہر (رکعت کے) رکوع اور سجدہ میں کریں (ترجمہ ختم)

اور سنن ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ثُمَّ يَرْكَعُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حَتّٰى يَسْتَوِيَ

---

[1] شرح النقاية لملا على قارى، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، واجبات الصلاة،اللباب فى الجمع بين السنة والكتاب، لامام أبى محمد على بن زكريا المَنبَجى،باب الطمأنينة فى أفعال الصلاة واجبة وليست بفريضة، بدائع الصنائع ج ا ص ۱۶۲، كتاب الصلاة، فصل الواجبات الأصلية فى الصلاة، دارالكتب العلمية، بيروت، البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج ا ص ۲۹۹، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، دار الكتاب الاسلامى .

قَائِمًا ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيُكَبِّرُ فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ (سنن ابی داؤد حديث نمبر ۸۵۷، كتاب الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود) ۱

ترجمہ: پھر رکوع کرے، یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کے جوڑ سکون میں آ جائیں، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہے، یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہوجائے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، یہاں تک کہ اس کے ہڈیوں کے جوڑ سکون میں آ جائیں، پھر اللہ اکبر کہے اوا پنا سر اٹھائے، یہاں تک کہ سیدھا بیٹھ جائے، پھر سجدہ کرے یہاں تک کہ اس کے ہڈیوں کے جوڑ سکون میں آ جائیں، پھر اپنا سر اٹھائے اور تکبیر کہے، پس جب یہ کرلے گا تو اس کی نماز مکمل ہوجائے گی (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

حَتّٰى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ وَتَسْتَرْخِيَ (سنن ابی داؤد حديث نمبر ۸۵۸، كتاب الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، واللفظ لهٗ، سنن دارقطنی حديث نمبر ۳۲۸، سنن دارمی حديث نمبر ۱۳۷۹) ۲

ترجمہ: یہاں تک کہ اس کے ہڈیوں کے جوڑ سکون میں آ جائیں، اور ڈھیلے ہوجائیں (ترجمہ ختم)

اور مستدرک حاکم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

حَتّٰى يَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ وَيَسْتَوِي (مستدرک حاکم حديث نمبر ۸۴۷) ۳

ترجمہ: یہاں تک کہ اس کے ہڈیوں کے جوڑ سکون میں آ جائیں، اور درست ہوجائیں (ترجمہ ختم)

ان سب روایات کا حاصل یہ ہے کہ رکوع وسجدہ اور قومہ وجلسہ میں اعتدال اور طمانینت واجب ہے، اور اس کے بغیر نماز کا واجب ادا نہیں ہوتا، اور نماز ناتمام وناقص رہتی اور واجب الاعادہ ہوتی ہے۔

---

۱ قلت :حديث صحيح (صحيح ابی داؤد للالبانی، حواله بالا)

۲ قلت :إسناده صحيح على شرط البخاری، وقال الحاكم " :صحيح على شرط الشيخين !"ووافقه الذهبی !وأخرجه ابن الجارود (صحيح ابی داؤد للالبانی، حواله بالا)

۳ قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ بَعْدَ أَنْ أَقَامَ هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى إِسْنَادَهُ فَإِنَّهُ حَافِظٌ ثِقَةٌ. وقال الذهبی فی التلخيص :على شرطهما.

ساتھ ہی احادیث میں اس اعتدال اور طمانینت کی توضیح وتشریح بھی کردی گئی ہے کہ اس سے مراد اعضاء کی حرکتِ انتقالیہ کا بند ہونا اور ہر جوڑ اپنے مقام پر آ جانا مراد ہے ۔

غرضیکہ مختلف روایات میں مذکورہ تعبیرات ایک ہی معنون کی ترجمان ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ،باب الرکوع)

اورحضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

أَتِمُّوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ إِنِّى لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِى إِذَا مَا رَكَعْتُمْ وَإِذَا مَا سَجَدْتُمْ (بخاری، حدیث نمبر ۶۱۵۳، واللفظ لہٗ،نسائی، حدیث نمبر ۱۱۱۶،بَاب الْأَمْرِ بِإِتْمَامِ السُّجُودِ)

ترجمہ: تم رکوع اور سجدوں کو پورے طریقے سے کرو، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے رکوع وسجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہوں (ترجمہ ختم)

رکوع اور سجدے کو پورے طریقہ سے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ کو اطمینان سے کرو، اس حدیث میں کیونکہ رکوع اور سجدے کو پورے طریقہ سے کرنے کا حکم ہے،اسی کو اس سے پہلی احادیث میں نماز کے پورے ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ رکوع وسجدے میں اطمینان واعتدال واجب ہے۔ [1]

اورحضرت ابو مسعود بدری انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تُجْزِءُ صَلَاةٌ لَا يُقِيمُ فِيهَا الرَّجُلُ يَعْنِى صُلْبَهُ فِى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (ترمذی، حدیث نمبر ۲۴۵،کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فیمن لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود،نسائی حدیث نمبر ۱۰۲۶، ابنِ ماجۃ حدیث نمبر ۸۶۰، مسند احمد،مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر ۳۷۳۶، شعب الایمان للبیھقی حدیث نمبر ۲۸۶۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی نماز جائز نہیں کہ جس میں آدمی رکوع میں اور سجدے میں اپنی پشت کو سیدھی نہ کرے (ترجمہ ختم)

اور ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

---

[1] (أتموا الركوع والسجود) أى ائتوا بهما تامين كاملين بشرائطهما وسننهما وآدابهما وأوفوا الطمأنينة فيهما حقها فتجب الطمأنينة فيهما......وفيه وجوب الطمأنينة فى الركوع والسجود(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۱۵۴)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - لاَ تُجْزِءُ صَلاَةُ الرَّجُلِ حَتّٰى يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (ابوداؤد حديث نمبر ۸۵۵، كتاب الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه فى الركوع والسجود)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی نماز جائز نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ اپنی پشت کو رکوع میں اور سجدے میں سیدھی نہ کرے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب تک رکوع وسجدہ کو اطمینان سے ادا نہ کیا جائے کہ کمر سیدھی ہوکر اپنے مقام پر پہنچ جائے (بالفاظِ دیگر ہڈیاں اوران کے جوڑ اپنے مقام پر نہ آ جائیں) اس وقت تک نماز جائز نہیں ہوتی، جس کا مطلب حنفیہ کے راجح قول کے مطابق یہ ہے کہ واجب رہ جاتا ہے، جس کی وجہ سے نماز کا لوٹانا واجب رہتا ہے (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اَسْوَءَ النَّاسِ سَرِقَةً اَلَّذِىْ يَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالُوْايَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُهَا قَالَ لَايُتِمُّ رُكُوْعَهَاوَلَاسُجُوْدَهَا (مسند احمد حديث نمبر ۱۱۱۰۶ واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابى شيبة، المعجم الكبير للطبرانى ،سنن دارمى، حديث نمبر ۱۳۷۸؛ مستدرك حاكم، حديث نمبر ۸۳۵،مصنف عبدالرزاق، حديث نمبر ۳۷۴۰، كتاب الصلاة، باب الرجل يصلى صلاة لا يكملها) [1]

ترجمہ: بے شک بدترین چوری کرنے والا وہ شخص ہے جو اپنی نماز میں سے چوری کرے۔

صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (نماز میں سے) کس طرح چوری کرے گا؟

ارشاد فرمایا: اس کا رکوع اور سجدے پوری طرح ادا نہ کرے (ترجمہ ختم)

رکوع وسجدے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ انہی دو اعمال میں عام طور پر جلد بازی کرکے کوتاہی کی جاتی ہے، اور اس قسم کی وعید سے رکوع وسجدے میں اعتدال وطمانینت کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے، نہ کہ سنت وفرض ہونا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلٰى صَلَاةِ رَجُلٍ لَا يُقِيمُ

[1] قال الهيثمى: رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِىُّ فِى الْكَبِيرِ وَالْأَوْسَطِ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ (مجمع الزوائد ج۲ ص ۱۲۰، باب ماجاء فى الركوع والسجود)

صُلْبَهُ بَيْنَ رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ(مسند أحمد، حديث نمبر ۱۰۷۹۹) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس آدمی کی نماز کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتے، جو رکوع اور سجدے کے درمیان اپنی پُشت کو سیدھا نہیں کرتا (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے قومہ اور جلسہ کا واجب ہونا معلوم ہوا، کیونکہ اس قسم کی وعید واجب کے چھوڑنے پر ہی ہوا کرتی ہے۔ [۲]

حضرت ابوعبداللہ اشعری سے روایت ہے کہ:

صَلَّى النبى صلى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ باصحابه ثم جلس فى طائفة منهم ودخل رجل فقام فصلىٰ فجعل لايركع وينقر فى سجوده فقال ترون هٰذا؟ لَوْ مَاتَ عَلَى ماهو عليه مَاتَ عَلَى غَيْرِ مِلَّةِ الاسلام ينقر فى صلاته كما ينقر الغراب الدم. انما مَثَلُ الَّذِى يصلى ولايركع وَيَنْقُرُ فِى سُجُودِهِ كالذى يَأْكُلُ ولا يشبع الا تمرة او تمرتين فماذا تغنيان عَنْهُ؟ فاسبغوا الوضوء وويل للاعقاب من النار اتموا الركوع والسجود (المعجم الكبيرللطبرانى حديث نمبر ۳۷۴۸، مسند أبى يعلى الموصلى حديث نمبر ۷۰۲۷) [۳]

ترجمہ: نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھائی، پھر بعض صحابہ کے ساتھ بیٹھ گئے، اور ایک آدمی آیا، اور کھڑا ہوا، اور نماز پڑھی، وہ شخص رکوع مکمل نہیں کرتا تھا، اور اپنے سجدوں میں بھی ٹھونگ لگاتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ اسی حالت پر فوت ہوگیا، تو ملتِ اسلام کے علاوہ پر فوت ہوگا، اپنی نماز میں اس طرح ٹھونگ مارتا ہے، جس طرح سے کوا خون پر ٹھونگ مارتا ہے، بس اس شخص کی مثال جو کہ نماز پڑھتا ہے، اور پورا رکوع نہیں کرتا، اور اپنے سجدوں میں ٹھونگیں مارتا ہے، اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور پیٹ نہیں بھرتا، سوائے ایک دو کھجوروں کے، پس یہ ایک دو کھجوریں اس کی کیا ضرورت پوری

---

[۱] حديث حسن (حاشيه مسند احمد)

[۲] اى لايستوى ظهره فى عقب الركوع والسجود يعنى يترك القومة والجلسة وهذا الحديث يدل على وجوبها (رسالة "معدل الصلاة" للبركلى، صحفة ۲۲)

[۳] قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير وأبو يعلى وإسناده حسن(مجمع الزوائد،باب فيمن لايتم صلاته ونسى ركوعها وسجودها)

کریں گی، لہٰذا تم اچھی طرح وضو کیا کرو، اور ایڑیاں خشک رہ جانے والوں کے لئے آگ کی ہلاکت ہے، تم رکوع اور سجدوں کو پورا کیا کرو (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص رکوع اور سجدوں کو پورا نہیں کر رہا تھا، جس پر حضور ﷺ نے اس کو تنبیہ فرمائی، اور رکوع اور سجدوں کو پورا کرنے کا حکم فرمایا۔

اور رکوع اور سجدے کو پورا کرنے کی وضاحت پہلی احادیث میں گزر چکی ہے کہ اس سے مراد اعتدال اور طمانینت ہے۔

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ قومہ اور جلسہ اور ان کو اتنے اطمینان سے ادا کرنا اور اسی طرح رکوع وسجدے کو اتنے اطمینان سے ادا کرنا کہ کم از کم ایک مرتبہ تسبیح پڑھی جا سکے، یہ واجب ہے، اور جان بوجھ کر اس کی خلاف ورزی کرنے سے نماز کو لوٹانا واجب ہے، اور بھول کر ایسا ہو تو سجدہ سہو واجب ہے۔

آخر میں اس سلسلہ میں اہلِ علم حضرات کے لئے چند علمی فوائد ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱)......فقہائے احناف نے طرفین کے قول کی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ قرآن مجید سے قطعیت کے ساتھ جو بات ثابت ہے، وہ رکوع وسجدے کا حکم ہے، اور رکوع کے لغت میں معنیٰ انحناء اور میلان کے آتے ہیں، اور سجدے کے معنیٰ جھکنے کے آتے ہیں۔

پس جب طمانینت کے بغیر رکوع وسجدے کی حقیقت پوری ہو جائے، تو اس سے فرضیت ورکنیت ادا ہو جاتی ہے۔

اور احادیث میں جو ترکِ تعدیل پر نماز نہ ہونے اور نماز کے اعادے وغیرہ کا حکم مذکور ہے، تو اولاً تو وہ خبر آحاد ہیں، جن سے کتاب اللہ پر زیادتی درست نہیں، اور ثانیاً ان سے مراد نماز کا واجب درجے میں ادا نہ ہونا ہے، جس کی خود بعض احادیث کے الفاظ سے بھی تائید ہوتی ہے۔

لہٰذا قرآن مجید سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہونے والا عمل فرض ورکن کے درجہ کا ہے، اور احادیث سے ثابت شدہ حکم ظنی اور واجب درجے کا ہے۔ [۱]

(۲)......یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خبرِ واحد کے ذریعہ سے کتاب اللہ پر زیادتی نہ ہونے کے قاعدہ

---

[۱] نورالانوار ص ۲۰، مبحث الخاص، الاختیار لتعلیل المختار لعبد الله بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی، ج ۱ ص ۵۷، کتاب الصلاة، دارالکتب العلمیة، اللباب فی الجمع بین السنة والکتاب، لامام أبی محمد علی بن زکریا المَنبَجی، باب الطمأنینة فی أفعال الصلاة واجبة ولیست بفریضة، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۶۲، کتاب الصلاة، فصل الواجبات الأصلیة فی الصلاة، دارالکتب العلمیة، بیروت.

پرتو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بھی طرفین سے اتفاق ہے، پھر انہوں نے خبرِ واحد کے ذریعہ سے کتاب اللہ پر کیونکر زیادتی کی؟

اس کے جواب میں بعض حضرات نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک فرض سے مراد فرضِ عملی ہے، جس سے واجب ہونا ہی مراد ہے، پس طرفین اور امام ابو یوسف کے اقوال میں درحقیقت کوئی اختلاف نہیں (محض اصطلاح کا فرق ہے)(حاشية الطحطاوی علی الدرالمختار ج ا ص ۲۰۹)

مگر بعض حضرات نے اس پر یہ اشکال ظاہر کیا ہے کہ یہ تطبیق بعید ہے، کیونکہ امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے بغیر نماز کی صحت فوت ہوتی ہے، اور اس کی تلافی سجدہ سہو سے درست نہیں ہوتی، جبکہ طرفین کے نزدیک صحت ناقص رہتی ہے، جس کی تلافی سجدہ سہو سے درست ہوتی ہے۔

لہٰذا دونوں اقوال میں مذکورہ تطبیق درست نہیں ہے۔ [1]

اس لئے اس کے بجائے بعض حضرات نے فرمایا کہ طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک قرآن مجید کی آیت میں رکوع اور سجدے سے مراد لغوی معنیٰ ہیں، جو کہ معلوم اور خاص ہیں، اور بیان کے محتاج نہیں، لہٰذا خبرِ واحد سے اس پر زیادتی درست نہیں، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن مجید کی آیت میں رکوع اور سجدہ سے شرعی معنیٰ مراد ہیں، جو کہ معلوم نہیں اور مجمل ہیں، لہٰذا بیان کے محتاج ہیں۔

پس خبرِ واحد کو مجمل کا بیان بنانا درست ہے۔ [2]

(۳)......بعض حضرات نے قومہ وجلسہ میں اطمینان واعتدال کے واجب ہونے پر یہ اعتراض کیا ہے کہ رکوع اور سجدہ تو چونکہ رکن اور بذاتِ خود مقصود ہیں، اور طمانینت اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے ہے، لہٰذا رکوع وسجدے میں طمانینت کا واجب ہونا تو قاعدہ کی رو سے درست ہے ''لان مکمل الفرض یکون واجبا''

لیکن قومہ اور جلسہ خود مقصود نہیں، بلکہ مقصود لغیرہٖ ہیں، یعنی ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے لئے مشروع ہیں۔

---

[1] شرح النقاية، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، واجبات الصلاة، لملا علی قاری، السعاية فی کشف مافی شرح الوقاية، ج۲ ص ۱۴۴، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة.

[2] منحة الخالق علیٰ هامش البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ا ص ۳۱۷، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دارالکتاب الاسلامی، السعاية فی کشف مافی شرح الوقاية، ج۲ ص ۱۴۴، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة.

لہٰذا قومہ اور جلسہ میں اطمینان کو واجب قرار دینا قاعدہ کی رو سے درست نہیں بنتا، بلکہ ان کو سنت قرار دینا چاہئے، یا کم از کم قومہ اور جلسہ میں ترکِ اطمینان پر سجدہ سہو کا وجوب نہیں ہونا چاہئے۔

لان مکمل الواجب یکون سنة

لیکن اس کے جواب میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ جب احادیث سے قومہ اور جلسہ میں اطمینان کا وجوب ثابت ہوگیا، تو اس قاعدہ کی مخالفت نقصان دہ نہیں۔ ۱

بالخصوص جبکہ مذکورہ قاعدہ متقدمین کا ہے، جن کے نزدیک قومہ اور جلسہ اور ان میں اطمینان کا سنت ہونا راجح ہے، اور متاخرین کے نزدیک دلائل کی رو سے واجب ہونا راجح ہے۔

لہٰذا متقدمین کے اس قاعدہ سے متاخرین کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا، بلکہ دلائل کا اس قاعدہ سے معارض ہونے کی وجہ سے یہ قاعدہ ہی محلِ نظر بن جاتا ہے (السعایة ج ۲ ص ۱۴۲، باب صفة الصلاۃ)

(۴)......بعض حضرات نے حرکتِ انتقالیہ کے انقطاع کی حدتک قومہ وجلسہ اور رکوع وسجدہ میں تعدیل وطمانینت کو فرض قرار دیا ہے، اور اس سے زائد مقدار مثلاً ایک تسبیح کے بقدر تعدیل کو واجب قرار دیا ہے۔ ۲

مگر طرفین کے قول پر اس تفصیل کا صادق آنا مشکل اور بعید معلوم ہوتا ہے، کیونکہ فقہائے احناف نے پہلے تو مطلق تعدیل وطمانینت کو نفسِ رکوع وسجدے کے مقابلہ میں واجب قرار دیا ہے، اور پھر اس واجب کی تفسیر خود ایک تسبیح کی مقدار سے بیان کردی ہے، نیز امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی فقہاء نے رکوع اور سجود میں فرض طمانینت کی مقدار کا ایک تسبیح ہونا بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ طرفین کے نزدیک جو رکوع وسجدہ رکن ہے، اس میں اعتدال سرے سے داخل ہی نہیں۔ ۳

---

۱ منحة الخالق علی هامش البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۲ ص ۱۰۲، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، دارالکتاب الاسلامی، رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۵، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، واجبات الصلات، دارالفکر، بیروت، حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ج ۱ ص ۲۰۹، فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ.

۲ فتح الملهم شرح صحیح مسلم، جزء ثانی، صفحة ۳۳، فیض الباری، باب المکث بین السجدتین، العرف الشذی، ج ۱ ص ۲۶۷، باب ما جاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود، معارف السنن ج ۳ ص ۹.

۳ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرآن مجید میں اقامتِ صلاۃ کا حکم ہے، جو کہ ادنیٰ درجے کی تعدیل کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، تو اس بارے میں عرض ہے کہ اقامتِ صلاۃ کی تفسیر میں تو جماعت سے نماز پڑھنے اور واجب افعال، یہاں تک کہ تسویۂ صفوف کو بھی شامل کیا گیا ہے، بلکہ حدیث میں تسویۂ صفوف کا اقامتِ صلاۃ میں سے ہونا بیان کیا گیا ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقامتِ صلاۃ کی دلالت تعدیلِ ارکان پر قطعی نہیں، زیادہ سے زیادہ ظنی ہے پھر اقامتِ صلاۃ کے درجات مختلف ہیں، بعض فرض ورکن درجے کے ہیں، اور بعض وجوب کے درجے کے ہیں، اور مانحن فیہ میں نفسِ رکوع وسجدہ (بغیر کسی قسم کی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر کوئی احتیاطاً امام ابو یوسف کے قول کو اختیار کرے،تو وہ الگ بات ہے، جیسا کہ بعض نے اختیار کیا۔

رد المحتار ج ا ص ۴۶۴،کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ،واجبات الصلات، دار الفکر ،بیروت،السعایة فی کشف مافی شرح الوقایة ، ج ۲ ص ۱۴۴ ، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ)

پس حنفیہ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ نفسِ رکوع وسجدہ تو فرض ہیں، اور نفسِ قومہ وجلسہ،اور قومہ وجلسہ میں اوراسی طرح رکوع وسجدہ میں ایک تسبیح کی بقدر اطمینان واعتدال واجب ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۹/محرم/۱۴۳۲ھ 16 / دسمبر/2010ء بروز جمعرات

ادارہ غفران،راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تعدیل کے) فرض ورکن کی حیثیت سے اقامتِ صلاۃ میں داخل اور تعدیلِ ارکان کم از کم ایک تسبیح کی بقدر واجب کی حیثیت سے اقامتِ صلاۃ میں داخل ہیں،اور ترکِ واجب پر بحیثیتِ اسقاطِ فرض فعلِ عبث کا حکم لگانا درست نہیں۔

نیز حدیث مسییٔ صلاۃ سے بھی اعتدال کا واجب ہونا ہی معلوم ہوتا ہے۔

اورعلامہ برکلی نے بھی اقامتِ صلاۃ کے حکم سے وجوب ہی کو ترجیح دی ہے،اوراس سے فرضیت کے ثابت ہونے کے شبہ کا جواب بھی دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

اما الکتاب فقوله تعالیٰ اقیموا الصلاة واقامة الصلاة تعدیل الارکان وحفظها من ان یقع زیغ فی افعالها من اقامة العود ای قومه وسواه وازال اعوجاجه فصار قویما یشبه العود القائم کذا قال القاضی وغیره من المفسرین والامر للوجوب ،فان قیل هذا یدل علی الفرضیة لا الوجوب قلنا نعم لو تعین وقد فسر الاقامة بالدوام علیه والمحافظة وبالتجلد والتشمر لادائها فلما احتملت غیر تعدیل الارکان لم تکن قطعی الدلالة ، فان قیل کیف یکون حجة ، قلنا برجحانه علی غیره ، قال القاضی والاول اظهر والی الحقیقة اقرب (رسالة ’’معدل الصلاة‘‘ ص ۱۵ ،۱۶)

وقال بعد بحث طویل:

فلا اقل من ایجاب الظن الکافی فی ایجاب العمل(ایضاً صفحه ۱۷)

اور جہاں تک امام طحاوی کے اختلاف کو ذکر نہ کرنے کا تعلق ہے،تو یہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ امام طحاوی نے شیخین اورامام ابو یوسف کے اختلاف کو ذکر کیا ہے،جیسا کہ آگے آتا ہے۔

نیز علامہ عینی رحمہ اللہ سے طرفین کے نزدیک حرکت منقطع ہونے کی مقدار کے رکن ہونے کا ذکر نہیں ملا۔

(عمدة القاری، کتاب الاذان، باب إذا لم یتم الرکوع،البنایة شرح الهدایة ج ۲ ص ۲۳۱ ، کتاب الصلاة، سنن الصلاة)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

غیر معتدل اور مفقودُ الاوقات علاقوں میں نماز کا حکم

سوال:......دنیا کے بعض علاقے ایسے ہیں کہ جہاں بعض نمازوں کے اوقات بہت مختصر ہوتے ہیں، یا سِرے سے داخل ہی نہیں ہوتے، یا وہاں کے دن رات کے اوقات کئی کئی مہینوں پر مشتمل ہوتے ہیں، ایسے علاقوں میں نماز کا حکم کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:......ملحوظ رہے کہ ساڑھے ۴۸ درجے عرض البلد شمالی اور جنوبی کے درمیانی علاقوں میں پورے سال ۲۴ گھنٹوں میں رات دن کا دورانیہ مکمل ہوتا ہے، وہ الگ بات ہے کہ کبھی رات بڑی اور دن چھوٹا، اور کبھی دن بڑا اور رات چھوٹی ہوتی ہے، مگر پانچوں نمازوں کے اوقات پورے سال مکمل اور صحیح طریقہ پر حاصل ہوتے ہیں، اور یہ علاقے نمازوں کے اوقات کے اعتبار سے معتدل شمار کئے جاتے ہیں۔

لیکن شمالاً وجنوباً ساڑھے ۴۸ درجے عرض البلد سے اوپر اوپر کے علاقے قطبین (یعنی ۹۰ درجے عرض البلد) تک نمازوں کے اوقات کے اعتبار سے جزوی یا کلی طور پر غیر معتدل شمار کئے جاتے ہیں۔

جن کی تفصیل یہ ہے کہ شمالاً وجنوباً ساڑھے ۴۸ درجے عرض البلد سے لے کر ۶۶ درجے عرض البلد کے درمیانی علاقوں میں ۲۴ گھنٹوں میں سورج طلوع وغروب ہونے کے اعتبار سے رات اور دن تو ضرور آتے ہیں، مگر ان علاقوں میں سال کے بعض زمانوں میں نمازوں کے اوقات بہت مختصر ہوتے ہیں، اور بعض زمانوں میں بعض نمازوں کے معروف اوقات ہاتھ نہیں آتے، مثلاً ان علاقوں میں سال کے بعض زمانوں میں سورج غروب ہونے کے بعد شفق غائب اور غروب نہیں ہوتی، اور مغرب کی طرف غروب وغائب ہونے سے پہلے ہی مشرق کی طرف سے نمایاں ہونا شروع ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے عشاء کا معروف وقت ہاتھ نہیں آتا۔

اور جوں جوں شمالاً وجنوباً (ساڑھے ۴۸ درجے سے آگے) عرض البلد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، اسی کے

ساتھ ساتھ سال میں اس طرح کے دنوں کی تعداد بھی بڑھتی چلی جاتی ہے، اور طلوع وغروب کے اعتبار سے دن ورات کے دورانیہ میں بھی غیر معمولی بے اعتدالی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ [1]

پھر اس کے بعد شمالاً وجنوباً ٦٦ درجے اور اس سے اوپر کے عرض البلد والے علاقوں میں بعض زمانوں میں ۲۴ گھنٹوں میں دن اور رات سرے سے نہیں آتے، اور بعض زمانوں میں ۲۴ گھنٹے یا اس سے زیادہ وقت تک دن رہتا ہے، یعنی اتنے زمانے تک سورج غروب نہیں ہوتا، اور بعض زمانوں میں ۲۴ گھنٹے یا اس سے زیادہ وقت تک مسلسل رات رہتی ہے، یعنی اتنے زمانے تک سورج طلوع نہیں ہوتا، اور جوں جوں عرض البلد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، اسی کے ساتھ طویل رات اور دن (یعنی سورج غروب یا طلوع نہ ہونے) کے دورانئے میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، کہیں رات اور دن دو دو ہفتے، کہیں دو دو ماہ، یہاں تک کہ قطب شمالی اور قطبِ جنوبی (یعنی ۹۰ درجے عرض البلد) اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں دن اور

---

[1] چنانچہ اصحابِ فلکیین نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ شفقِ ابیض کا غروب اور صبح صادق کا طلوع سورج کے ۱۸ درجے زیرِ افق پر ہوتا ہے، اور ساڑھے ۴۸ درجے عرض البلد پر انقلابِ صیفی (اولِ صیف) میں صبح کی روشنی شفق کے ساتھ مل جاتی ہے، جس کا مطلب یہی ہے کہ صبح صادق اور شفق کے درمیان رات کی مکمل تاریکی نہیں پائی جاتی۔

اور مذکورہ عرض البلد سے عدمِ غیبوبتِ شفق کا آغاز ہوتا ہے، اور جوں جوں عرض البلد میں اضافہ ہوتا ہے، اسی کے تناسب سے سورج کا افق سے انحطاط بھی کم ہوتا رہتا ہے، اور جب ساڑھے ۴۸ درجے سے عدمِ غیبوبتِ شفق کا آغاز ہوتا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ ۱۸ درجے پر صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب ہوتا ہے، کیونکہ فلکیات کے اصولوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ ساڑھے ۴۸ درجے کے عرض البلد والے علاقوں میں انقلابِ صیفی میں سورج ۱۸ درجے سے نہیں جاتا۔

اور اسی وجہ سے مذکورہ اور ان سے زائد عرض البلد کے علاقوں میں عشاء کی نماز کا مسئلہ فقہاء کے زیرِ بحث آیا ہے۔

بلغار میں عشاء کے وقت کو بیان کرتے ہوئے اصحابِ فلکیین نے یہی توجیہ کی ہے کہ بلغار ساڑھے ۴۸ درجے عرض البلد سے اوپر ہے، یعنی ۵۰ یا ۵۵ درجہ، اور ساڑھے ۴۸ درجہ عرض البلد سے عدمِ غیبوبتِ شفق کا آغاز ہو جاتا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ساڑھے ۴۸ درجے عرض البلد اور اس کے مابعد والے علاقوں میں بعض زمانوں میں سورج ۱۸ درجے سے زیادہ زیرِ افق نہیں جاتا، اور اس سے پہلے ہی مشرق کی طرف سے عود کر آتا ہے۔

ملحوظ رہے کہ بلغار کے عرض البلد کے بارے میں اہلِ علم حضرات کی آراء مختلف ہیں، بعض نے ۵۰، بعض نے ۵۵ درجے شمالی عرض البلد بیان کیا ہے، اور ۵۵ درجہ عرض البلد ہونے کا قول اکثر حضرات نے ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: التبصرة، الفصل التاسع، الباب الثالث؛ كذافي ايضاح القول الحق في مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسي اصلا الفاسي المراكشي ص ١٠، صبح الأعشى، الإقليم السابع بلاد البلغار ج٢ ص ٢٠٨، ناظورة الحق في فرضية العشاء وان لم يغب الشفق، صفحة ١٥٨، تاليف: الشيخ الامام هارون بن بهاؤالدين المرجاني، تلفيق الاخبار وتلقيح الآثار، لمحمود الرمزي، صفحة ٢٦٣، وكذافي بلادالتتار والبلغار، صفحة ٩٦، لمحمد بن ناصر العبودي، لقطة العجلان مما تمس إلى معرفته حاجة الإنسان للملك محمد صديق حسن خان، ص ٢١٠، ذكر حكم الصلاة والصوم بأرض البلغار، صبح الأعشى، الإقليم السابع بلاد البلغار ج٢ ص ٢٠٨)

رات چھ چھ ماہ پر مشتمل ہوتے ہیں، یعنی اتنی طویل مدت تک یا تو سورج غروب ہی نہیں ہوتا، یا طلوع ہی نہیں ہوتا۔

اس تفصیل کے بعد ان غیر معتدل علاقوں کے بارے میں نماز کا حکم ذکر کیا جاتا ہے۔

تو جاننا چاہئے کہ جن علاقوں اور زمانوں میں ۲۴ گھنٹوں کے اندر پانچوں نمازوں کے معروف اوقات آتے ہیں، تو ان میں اپنے اپنے وقت پر ہر نماز کو پڑھنا ضروری ہے۔

پس جن علاقوں میں دن اور رات کی پانچوں نمازوں کے اوقات ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر پورے ہوجاتے ہیں، لیکن بعض اوقات دن کے غیر معمولی لمبا اور رات کے غیر معمولی چھوٹا یا رات کے غیر معمولی لمبا اور دن کے غیر معمولی چھوٹا ہونے کے باعث نمازوں کے اوقات مختصر ہوجاتے ہیں، یا مکمل رات کی تاریکی نہیں آتی، مثلاً سورج غروب ہونے کے بعد شفقِ ابیض غروب نہیں ہوتی، اور اسی حال میں مغرب سے سمت تبدیل کرکے مشرق کی طرف منتقل ہوجاتی ہے، اور فجر کا وقت آجاتا ہے (جس کا مطلب جمہور فلکیین کے نزدیک یہ ہے کہ سورج ۱۸ درجے اُفق سے نیچے نہیں جاتا) البتہ شفقِ احمر غروب ہوجاتی ہے، ان علاقوں میں عشاء سمیت دوسری نمازوں کا مسئلہ تو آسان ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ صاحبین اور دوسرے فقہاء کے نزدیک شفقِ احمر کے غروب ہونے پر عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

لہٰذا ایسے علاقوں میں ضرورت کی وجہ سے ان فقہائے کرام کے قول کے مطابق حنفی فقہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کو شفقِ احمر غروب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھ لینا بلا شک وشبہ درست ہوگا۔

اسی طرح جن علاقوں میں زوال کے بعد جلدی سورج غروب ہوجاتا ہے، ان علاقوں میں بھی زوال کے بعد ظہر کی نماز ادا کرکے ایک مثل کے بعد عصر کی نماز پڑھ لینا درست ہوگا، کیونکہ بہت سے فقہاء کے نزدیک ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

اور جن نمازوں کے اوقات بہت مختصر ہوں (جیسا کہ ۶۷ درجہ عرض البلد پر بعض زمانوں میں دن کا دورانیہ مختصر ہوجاتا ہے) تو نمازوں کو انہی کے اوقات میں ادا کیا جائے گا، خواہ چند نمازوں کو ان کے قریب قریب اوقات میں کیوں نہ پڑھنا پڑے (کمافی الجمع بین الصلاتین) اور خواہ وہ اوقات اتنے مختصر کیوں نہ ہو کہ ان اوقات میں صرف فرض اور وتر کی رکعات پڑھنے کی ہی گنجائش ہو (اور سنتیں وقت گزرنے کے بعد پڑھنی پڑیں)

البتہ اگر وقت اتنا تنگ ہو کہ فرضوں کی رکعات بھی ادا نہ کی جاسکیں، تب بھی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ فرض

نماز کو اپنے وقت میں شروع کر دیا جائے، اگر چہ اس کا اختتام وقت گزرنے کے بعد ہی کیوں نہ ہو ”کما فی العصر اذا غربت الشمس ، والفجر اذا طلعت عند اکثر الفقهاء“ [۱]

اور جن علاقوں میں ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر پانچ نمازوں کے تمام یا بعض معروف اوقات سرے سے نہیں آتے (مثلاً شفقِ احمر بھی غروب نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے عشاء کا معروف وقت ہاتھ نہیں آتا) وہاں بھی دلائل کی رُو سے راجح یہ ہے کہ ۲۴ گھنٹوں میں دن رات کی پانچوں نمازوں کو پڑھنا ضروری ہے۔

اور بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ ایسے مقامات پر وہ نمازیں پڑھنا فرض نہیں کہ جن کے معروف اوقات ہاتھ نہ آتے ہوں، یہ دلائل کے لحاظ سے کمزور قول ہے۔

البتہ جن علاقوں میں بعض راتوں میں شفقِ احمر بھی غائب نہیں ہوتی، وہاں عشاء کی نماز کے وقت کی تقدیر وادائیگی کے طریقے اہلِ علم حضرات نے مختلف بیان کئے ہیں۔

جن میں سے محتاط اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ قریب ترین معتدل علاقے کی رات کے وقت کا اپنے علاقے کی رات کے وقت کے ساتھ تناسب نکال کر حساب لگایا جائے، مثلاً اگر قریب ترین علاقے میں سورج غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجر تک کا وقت چار گھنٹے کا ہے، اور اس کا چوتھائی حصہ (یعنی ایک گھنٹہ) گزرنے پر وہاں شفق غروب ہو رہی ہے، اور اپنے علاقے میں سورج غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجر تک کا وقت ایک گھنٹہ کا ہے، تو اس کا چوتھائی حصہ (پندرہ منٹ) گزرنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھی جائے۔

اس طریقہ میں یہ احتیاط ملحوظ ہے کہ عشاء کی نماز طلوعِ فجر سے پہلے پہلے اور فجر کی نماز طلوعِ فجر کے بعد ادا ہو جاتی ہے۔

(تحفة المحتاج فی شرح المنهاج ، كتاب الصلاة، حواشی الشروانی علی تحفة المحتاج ، مغنی المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج ، تحفة الحبيب على شرح الخطيب، كتاب الصلاة)

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان علاقوں میں جس دن آخری مرتبہ سورج غروب ہونے کے جتنی دیر بعد شفق غائب ہوئی تھی، اتنی ہی دیر بعد عشاء کے وقت کا آغاز سمجھا جائے (بشرطیکہ اس کے انتظار میں یہاں فجر طلوع نہ ہو جائے، جیسا کہ گزرا) (تکملۃ فتح الملہم ج۶ص۳۸۰، کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

اور ایک تیسرا طریقہ یہ ہے کہ غروب ہونے کے بعد سے لے کر جب تک شفق مغرب کی طرف مائل رہے، اس وقت کو مغرب اور عشاء کے لئے اس طرح مشترک سمجھا جائے کہ اس وقت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے پہلے

---

[۱] البتہ اگر کوئی اس صورت پر عمل نہ کر سکے تو بعد میں ادا کرے (تکملۃ فتح الملہم ج۶ص۳۸۱، کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

حصے میں مغرب اور دوسرے حصے میں عشاء کی نماز ادا کی جائے (تکملۃ فتح الملہم ج۶ص۳۸۰، کتاب الفتن واشراط الساعۃ)
اور جن علاقوں میں ۲۴ گھنٹوں میں نمازوں کے اوقات بالکل نہ آئیں، مثلاً رات بہت لمبی یا دن بہت لمبا ہو (جیسا کہ قطبین اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں ہوتا ہے) وہاں نماز کی تقدیر و ادائیگی کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ قریب ترین معتدل علاقوں میں نمازوں کے اوقات کا اعتبار کرتے ہوئے ۲۴ گھنٹوں میں پانچوں نمازیں ادا کی جائیں، یعنی قریب ترین معتدل علاقہ میں جب کسی نماز کے وقت کی ابتدا ہو، تو اسی اعتبار سے یہاں بھی اس نماز کے وقت کی ابتداء سمجھی جائے، اور جب کسی نماز کے وقت کی انتہا ہو، تو یہاں بھی اس نماز کے وقت کی انتہاء سمجھی جائے، غرضیکہ ہر دو نمازوں کے درمیان کا فاصلہ قریب ترین معتدل علاقہ میں دو نمازوں کے فاصلے کے حساب سے رکھا جائے، اور اپنے غیر معتدل علاقے کے وقت کو نہ دیکھا جائے (تکملة فتح الملهم ج٦ص ٣٨٢، كتاب الفتن واشراط الساعة، مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين، ج١٢ص ٢٤٠)

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ قریب ترین معتدل علاقہ کے وقت کی پابندی ضروری نہیں، بلکہ معتدل زمانے کا حساب اس طرح سے کافی ہے کہ جب سے سورج طلوع ہوا ہے، اس وقت سے حساب لگا کر ہر ۲۴ گھنٹوں میں پانچ نمازیں اس طرح ادا کی جائیں کہ معتدل علاقوں میں ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان جتنا وقفہ ہوتا ہے، اسی قدر وقفہ رکھ کر نمازیں ادا کی جائیں (مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين، ج١٢ص ٢٤٠)

اور جو علاقے قطبین سے کچھ دور کے عرض البلد پر واقع ہوں، جہاں سارے سال رات و دن رہنے کے بجائے کچھ زمانے میں ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر رات اور دن آتے ہیں، اور کچھ زمانے میں ایسا نہیں ہوتا، وہاں ایک تیسری صورت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قریب تر معتدل اپنے ہی علاقہ کے دن و رات کے اوقات کو معیار بنا کر نماز کی جائے (ایضاً) [1]

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۱۴۳۲/۱/۱۶ھ 23/دسمبر/2010ء بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی

---

[1] تفصیلی عبارات دارالافتاء ادارہ غفران میں محفوظ ہیں۔

عبرت کدہ　﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَ بۡصَارِ﴾　ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۶)

برادرانِ یوسف کا حضرت یوسف کو تفریح کے بہانے لے جانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپس میں صلاح ومشورہ کرلیا، اور یہ بات طے کرلی کہ یوسف کو کسی گہرے کنویں میں ڈالنا ہے، تو اب ان کے سامنے یہ مسئلہ آن کھڑا ہوا کہ والدصاحب سے یوسف کو کس طرح جدا کیا جائے، اور کس طرح ان کو لے جایا جائے۔

تو انہوں نے اپنے والد کے سامنے درخواست ان لفظوں میں پیش کی کہ ابا جان! یہ کیا بات ہے کہ آپ کو یوسف کے بارے میں ہم پر اطمینان نہیں، حالانکہ ہم اس کے پورے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں، کل آپ اس کو ہمارے ساتھ (سیر وتفریح) کے لئے بھیج دیجئے، کہ وہ بھی آزادی کے ساتھ کھائے پیئے اور کھیلے، ہم سب اس کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔ [۱]

قرآن مجید میں ان کی اس درخواست کو اس طرح پیش کیا گیا ہے۔

قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا مَالَکَ لَا تَاۡمَنَّا عَلٰی یُوۡسُفَ وَاِنَّا لَہٗ لَنٰصِحُوۡنَ. اَرۡسِلۡہُ مَعَنَا غَدًا یَّرۡتَعۡ وَیَلۡعَبۡ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (سورۃ یوسف آیت ۱۱،۱۲)

یعنی (یہ مشورہ کرکے وہ یعقوب سے) کہنے لگے کہ ابا جان، کیا بات ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے، حالانکہ ہم اس کے پکے خیر خواہ ہیں، کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ وہ بھی جنگل کے میوے کھائے پیئے، اور (وہاں کھلی فضا میں) کچھ کھیل کود لے، اور ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔

---

[۱] طلبوا من أبيهم أن يرسل معهم أخاهم يوسف، وأظهروا له أنهم يريدون أن يرعى معهم، وأن يلعب وينبسط، وقد أضمروا له ما الله به عليم. فأجابهم الشيخ، عليه من الله أفضل الصلاة والتسليم: يا بني يشق على أن أفارقه ساعة من النهار، ومع هذا أخشى أن تشتغلوا في لعبكم وما أنتم فيه، فيأتي الذئب فيأكله، ولا يقدر على دفعه عنه لصغره وغفلتكم عنه(قصص الانبياء لابنِ كثير ص۳۱۴)

Idara Ghufran

بھائیوں کی اس درخواست سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی اس سے پہلے بھی ایسی درخواست کر چکے تھے، جس کو والد صاحب نے قبول نہ کیا تھا، اس لئے اس مرتبہ ذرا تاکید اور صبر کے ساتھ والد کو اطمینان دلانے کی کوشش کی۔

لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ یوسف کو میں تمہارے ساتھ دو وجہ سے بھیجنا پسند نہیں کرتا، ایک تو یہ کہ مجھے یوسف کے بغیر چین نہیں آتا، دوسرے مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ جنگل میں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غفلت کی وجہ سے اس کو بھیڑیا کھا جائے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ (سورۃ یوسف آیت ۱۳)

یعنی (یعقوب علیہ السلام نے) فرمایا (ایک تو) یہ بات مجھے غم میں ڈالتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور (پھر) مجھے یہ ڈر ہے (ایسا نہ ہو) کہ کہیں تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کا خطرہ یا تو اس وجہ سے ہوا کہ کنعان میں بھیڑیوں کی کثرت تھی، اور یا اس وجہ سے کہ انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ وہ کسی پہاڑی کے اوپر ہیں، اور یوسف علیہ السلام اس کے دامن میں نیچے ہیں، اچانک دس بھیڑیوں نے ان کو گھیر لیا، اور ان پر حملہ کرنا چاہا، مگر ایک بھیڑیئے ہی نے مدافعت کر کے چھڑا دیا، پھر حضرت یوسف زمین کے اندر چھپ گئے۔

جس کی تعبیر بعد میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ کہ دس بھیڑیئے یہ دس بھائی تھے، اور جس بھیڑیئے نے مدافعت کر کے ان کو ہلاکت سے بچایا، وہ بڑے بھائی تھے، اور زمین میں چھپ جانا کنویں کی گہرائی سے تعبیر تھی۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں منقول ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس

---

[1] قوله تعالى :(قَالَ إِنِّى ليحزننى أَن تَذْهَبُواْ بِهِ) فى موضع رفع؛ أى ذهابكم به .أخبر عن حزنه لغيبته .(وَأَخَافُ أَن يَأْكُلَهُ الذئب) وذلك أنه رأى فى منامه أن الذئب شدّ على يوسف ، فلذلك خافه عليه؛ قاله الكلبىّ .وقيل :إنه رأى فى منامه كأنه على ذروة جبل ، وكأن يوسف فى بطن الوادى ، فإذا عشرة من الذئاب قد احتوشته تريد أكله ، فدرأ عنه واحد ، ثم انشقّت الأرض فتوارى يوسف فيها ثلاثة أيام؛ فكانت العشرة إخوته ، لما تمالؤوا على قتله ، والذى دافع عنه أخوه الأكبر يهوذا ، وتواريه فى الأرض هو مقامه فى الجب ثلاثة أيام (تفسير القرطبى، تحت آيت ۱۳ من سورة يوسف)

خواب کی وجہ سے خود ان بھائیوں سے خطرہ تھا، انہیں کو بھیڑیا کہا تھا، مگر مصلحت کی وجہ سے پوری بات ظاہر نہیں فرمائی۔ [۱]

بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی یہ بات سن کر کہا کہ آپ کا یہ خوف وخطرہ عجیب ہے، ہم دس آدمیوں کی طاقتور جماعت اس کی حفاظت کے لئے موجود ہیں، اگر سب کے ہوتے ہوئے اس کو بھیڑیا کھا جائے، تو ہمارا وجود ہی بے کار ہو گیا، پھر ہم سے کسی کام کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔ [۲]

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (سورة یوسف آیت ۱۴)

یعنی انہوں نے کہا کہ اگر ہمارے ہوتے ہوئے اسے کوئی بھیڑیا پھاڑ کھائے جب کہ ہم طاقتور جماعت ہیں، تب تو یقیناً ہم کسی کام کے نہ ہوئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی پیغمبرانہ شان سے اولاد کے سامنے اس بات کو نہیں کھولا کہ مجھے خطرہ خود تم ہی سے ہے کہ اس میں ان کی دل شکنی تھی، دوسرے والد کے ایسا کہنے کے بعد یہ خطرہ تھا کہ بھائیوں کی دشمنی اور بڑھ جائے گی، اور اس وقت چھوڑ بھی دیا، تو دوسرے کسی وقت کسی بہانہ سے نقصان پہنچانے کے درپے ہونگے۔ اس لئے یوسف کو ان کے ہمراہ بھیج دیا، مگر بھائیوں سے مکمل عہد و پیمان لیا کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ (جاری ہے......)

---

[۱] وقیل :إنما قال ذلک لخوفه منهم علیه ، وأنه أرادهم بالذئب؛ فخوفه إنما کان من قتلهم له ، فکنی عنهم بالذئب مساترة لهم؛ قال ابن عباس :فسماهم ذئاباً (تفسیر القرطبی، تحت آیت ۱۳ من سورة یوسف)

[۲] قالوا لئن أکله الذئب ونحن عصبة إنا إذا لخاسرون "أی لئن عدا علیه الذئب فأکله من بیننا، أو اشتغلنا عنه حتی وقع هذا ونحن جماعة، إنا إذا لخاسرون، أی عاجزون هالکون (قصص الانبیاء لابن کثیر ص ۳۱۴)

قنوتِ نازلہ اِستِسقاء اور گرہن کی نماز

دہشت اور خوف کے موقع پر قنوتِ نازلہ پڑھنے، اور خشک سالی کے موقع پر استسقاء کی دعا کرنے اور نماز پڑھنے، اور سورج وچاند گرہن کے موقع پر گرہن کی نماز پڑھنے کے مفصّل ومدلّل مسائل واحکام۔ (زیرِطبع)

مصنّف: مفتی محمد رضوان

طب و صحت جناب مسعود احمد برکاتی صاحب

خوف، غم، غصہ

معدہ نفسانی کیفیت سے بھی متاثر ہوتا ہے، ہمارے جسم کا ہر عضو اپنی زندگی اور قوت قائم رکھنے لئے اس خون سے غذا حاصل کرتا ہے، جو ہماری رگوں میں رواں دواں ہے۔ یہ غذا جسم کے بہت سے اعضاء میں رہ چکنے اور مختلف تغیرات کا تختۂ مشق بننے کے بعد تیار ہوتی ہے۔

آلاتِ ہضم میں سب سے زیادہ قابلِ غور معدہ ہے، اگر معدے کا فعل اعتدال پذیر ہے، تو تمام جسم کی حالت بہتر رہتی ہے، اور اگر معدہ اپنا فعل اچھی طرح ادا نہ کرے تو تمام جسم صالح غذا سے محروم ہو کر طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

آنکھ کو دیکھ کر یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ شخص دوست ہے یا دشمن، جو لوگ آنکھ ملا کر نہیں دیکھ سکتے، وہ عام طور پر شکی مزاج ہوتے ہیں، اور اپنی باطنی کمزوری کی غمازی کرتے ہیں، گفتگو کے وقت نظر چرانا خواہ کتنے مختصر عرصے کے لئے ہو، اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ ایسا شخص کھل کر ملنے سے گریز کر رہا ہے، وہ دوسروں سے ملنے سے احتراز کرتا ہے، کیونکہ برابر کی سطح پر ملاقات میں اسے شکست کا اندیشہ ہوتا ہے، یہ اندازِ نظر اس بات پر بھی دلالت کر سکتا ہے کہ دل صاف اور ضمیر پاک نہیں ہے۔ بہت سے لوگ مکان سے برآمد ہونے کے بعد جھجکتے ہیں اور ملاقاتی کے قریب نہیں آتے، بے تکلفی میں انہیں خطرہ محسوس ہوتا ہے، بچے جب مکتب میں اپنی ماں کے ساتھ آتے ہیں، تو ماں کی طرف جھکے جاتے ہیں، اور اس پر گرتے پڑتے ہیں، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی ماں کے سوا کسی پر بھروسا نہیں رکھتے، یہ کیفیت سابقہ تجربات پر مبنی ہوتی ہے۔

آدمی کی چال کو دیکھئے! بعض آدمیوں کی کھڑی چال، سیدھے قد اور سَر کے انداز سے ہمت اور اپنے اوپر اعتماد کا پتہ چلتا ہے، بعض لوگوں کی چال میں ڈھیلا پن ہوتا ہے، اور کمر سیدھی نہیں ہوتی، ایسے لوگ سَر اونچا اور نگاہ سامنے رکھ کر نہیں چل سکتے، بات کرنے میں ہچکچاتے اور بات کرتے وقت کسی چیز مثلاً دیوار، میز یا کرسی کا سہارا ڈھونڈتے ہیں، احساسِ کمتری میں مبتلا شخص ریستوران میں کونے کی میز تلاش کرتا اور کھلی اور غیر محفوظ جگہ سے بچتا ہے، تا کہ دوسروں کی نگاہ اس پر نہ پڑے۔

کم ہمت اور بودے والدین کے بچے بھی والدین کی طرح ہوتے ہیں، ایک تو اس وجہ سے کہ انہیں وراثت

Idara Ghufran

میں یہ کیفیت ملی ہوتی ہے، دوسرے ان کی پرورش ایسے ماحول میں ہوتی ہے، جس کے متعلق انہیں یقین دلایا جاتا ہے کہ یہ خطروں سے بھرا ہوا ہے، ایسے بچے اسکول میں دوسرے بچوں سے نہیں گھلتے ملتے، لڑکیوں میں یہ جھجک کچھ تو فطرتاً ہوتی ہے، اور کچھ تربیت کا اثر ہوتا ہے۔

بچوں میں کمتری کا احساس ہونا قدرتی بات ہے، کیونکہ وہ کم زور اور چھوٹے ہوتے ہیں، اور نادان والدین انہیں ہمت کے اقدام سے ڈرا کر اور زیادہ پست کر دیتے ہیں، بچوں کی رہنمائی کے اسپتالوں میں معالج نیچے کرسی پر بیٹھتا ہے، تا کہ بچے سے اونچا نہ معلوم ہو۔

کمزور، معذور اور بدصورت بچوں میں بھی احساسِ کم تری ہوتا ہے، ایسے بچے شرمیلے اور ڈرپورک ہوتے ہیں، یا اشتعال انگیز روِش اختیار کر لیتے ہیں، بہرحال جسمانی کمزوری کو احساسِ کمتری کی وجہ نہیں بننے دینا چاہئے، بعض اوقات جسمانی کمزوری دوسرے میدانوں میں برتری حاصل کرنے کی محرک ہوتی ہے۔

بے مہر اور تشدد آمیز تعلیم سے بھی بچے احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں، ایسے بچے جو محبت اور شفقت سے محروم ہوتے ہیں، انسانیت پر اپنے اعتماد کو کھو بیٹھتے ہیں، ان کا علاج انتہائی دشوار ہوتا ہے، کیونکہ وہ انسانیت کے مفہوم سے آشنا نہیں ہوتے، ایسے بچے اپنے مزاج کی تلخی اور چال بازی کی وجہ سے دوسروں کے لئے سخت ایذا رسانی اور آزار کا سبب بن جاتے ہیں، اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی بگاڑتے ہیں، حد سے زیادہ سختی کرنے سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے، حد سے زیادہ ناز برداری سے بھی بچے خراب ہو جاتے ہیں، اور جب بڑے ہو جانے کے بعد ماں کی نگہداشت کم ہونے لگتی ہے، تو وہ اپنے آپ کو بے سہارا اور لاچار محسوس کر کے احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

عام طور پر بزدل افراد احساسِ کم تری میں مبتلا رہتے ہیں، انہیں ہمیشہ اپنی تضحیک اور تذلیل کا ڈر لگا رہتا ہے، یہ دوسروں کی رائے کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں، انہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دشمن ملک میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اور ان کے کردار میں شک وشبہ، حسد اور خودغرضی جڑ پکڑتی رہتی ہے، ایسے لوگ دوسروں کی عیب جوئی سے خوش ہوتے، دوسروں کی واجبی تعریف سے گریز کرتے، اور دوسروں کی ہتک پر آمادہ رہتے ہیں۔

بچوں کی احساس کمتری کا علاج والدین کی بات چیت سے شروع ہونا چاہئے، انہیں کبھی بچوں کی ہمت شکنی نہیں کرنی چاہئے ''تم، بالکل نکمے ہو، تم نرے احمق ہو، تم سے کچھ نہیں ہو سکے گا'' ایسے فقرے حد درجے

خطرناک ہیں، ایسے جملے بچے کے دل میں بیٹھ جاتے اور گھر کر لیتے ہیں، اور پھر بچہ ویسا ہی ہو جاتا ہے، جیسا والدین اسے باور کراتے رہتے ہیں، والدین کو دوسروں کے سامنے یا تنہائی میں ایسے جملے بولنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

صحت پر اثر انداز ہونے کے لحاظ سے ان تاثرات کی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو انسان کے نفس میں تسکین، آرام اور فراغت پیدا کرتے ہیں، جیسے خوشی وکامیابی وغیرہ، نفس کی وساطت سے جب یہ تاثرات جسم میں دَر آتے ہیں، تو ان سے نہ صرف امراض میں تخفیف پیدا ہوتی ہے، بلکہ عموماً شفا ہو جاتی ہے، اور دوسرے وہ جن سے نفس میں تنگی، شکستگی اور ضعف پیدا ہوتا ہے، جیسے خوف، وہم، غم اور ملال، جسم ان کا عکس نفس سے قبول کرتا ہے، اوراس میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں کوئی بیماری جسم کو لگ جاتی یا بڑھ جاتی ہے اور کبھی کبھی موت کا باعث بھی بن جاتی ہے۔

نفسیاتی تاثرات کا اثر سب سے پہلے اور سب سے زیادہ دماغ پر پڑتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنا فعل معمول سے زیادہ کرنے لگتا ہے، جو بہت سے جسمانی مصالح کے ضائع اور ناکارہ ہو جانے کا موجب ہے، بالآخر اس کا نتیجہ یا تو تمام نظامِ عصبی کو بھگتنا پڑتا ہے، یا کوئی خاص عضو جس کے پٹھے دماغ سے نکلتے ہیں اس کا نشانہ بن کر رہتا ہے، اس لئے کہ دماغ تمام جسم کا بادشاہ ہے، جسم کی بھلائی برائی سب اس کی طرف آتی ہے، الغرض جب یہ تاثر دماغ پر پڑتا ہے، تو اس کی وساطت سے دورانِ خون، تنفس اور ہضم میں بطورِ خاص فتور پڑ جاتا ہے۔

پہلا تاثر دماغ کا ہوتا ہے، اس سے بعض اوقات دماغ میں مختلف امراض، مثلاً سدّۂ دماغ، مرگی، سکتہ وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں، کبھی اس سے خون بگڑ جاتا ہے، اوراس کے رقیق ہو جانے سے وہ قوت زائل ہو جاتی ہے، جو بدن کا تغزیہ کر کے اسے طاقت دیتی ہے، اور کبھی خون کے اجزاء میں فتور آ جاتا ہے، اور انجام کار جسم کے تمام سیال مادے فاسد ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ کسی بچے والی عورت پر جب کوئی نفسانی تاثر، غم وغصہ، خوف وغیرہ غالب ہوتا ہے تو اس کا دودھ خراب ہو جاتا ہے، یہ دودھ وہ بچے کو پلاتی ہے تو اسے نہ صرف سخت نقصان پہنچتا ہے، بلکہ دودھ کبھی کبھی زہر کا کام بھی کر جاتا ہے، اس زہریلے دودھ کے متعلق ہمیں یہ علم کم ہوتا ہے کہ یہ نفسانی تاثرات سے بگڑا ہے، بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سوئے ہضم، معدے کی خرابی اور کھانے پینے میں بد پرہیزی

اس کا سبب ہے، اگر بچے کی ماں نازک مزاج اور زُود رنج ہو تو وہ معمولی تاثر سے اپنی عصبی اور عضلاتی قوت کو بے افراط خرچ کرلے گی، اس لئے اس کا دودھ بچے کی غذا کے لئے بالخصوص پیدا نہ ہوگا، کیونکہ دانت پیدا ہونے کا جوجز و دودھ میں ہوتا ہے، وہ نفسانی تاثرات سے جل جاتا ہے، اور آخر جب بچہ بڑا ہوتا ہے تو اس کا جسم ضعیف ونحیف اور اس کے دانت کمزور ہوتے ہیں، علاوہ ازیں اس کے اخلاق وعادات بھی اپنی ماں کے اخلاق وعادات کی طرح خراب اور طبیعت ماں کی طرح زُود رنج ہوجاتی ہے۔

وہ جو پرانے لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب انسان کی برافروختگی بعض حیوانات کی برافروختگی تک پہنچ جائے تو اس کا خون بگڑ جاتا اور لعاب زہر ہوجاتا ہے، وہ بھی اسی قبیل سے ہے، دلیل یہ ہے کہ وہ شخص کسی جاندار کو کاٹ کھائے تو اس کا لعاب اس جاندار کو مسموم کردے گا۔

اس قسم کے تاثرات کا ہضم پر جو برا اثر پڑتا ہے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ اکثر اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ انتہائی خوف کے وقت انسان کا منہ خشک ہوجاتا ہے، اور انسان بول نہیں سکتا، غصے کی کیفیت اس کے برعکس ہوتی ہے، یعنی یہ غدود اپنا فعل معمول سے زیادہ کرنے لگتے ہیں، اور انسان کے منہ میں جھاگ آجاتا ہے، یہ دونوں غیر معتدل کیفیتیں معدے کو نقصان پہنچاتی ہیں، یہ تاثرات بالوں کی سیاہی قائم رکھنے والے مادے پر بھی برا اثر ڈالتے ہیں، چنانچہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جوانی کے دِنوں میں اگر کسی پر مسلسل غم وفکر طاری رہے تو اس کے بال قبل از وقت سفید ہوجاتے ہیں۔

اگلے لوگ کہا کرتے تھے کہ بُغض اور حسد کی آگ انسان کو جلد بوڑھا کردیتی ہے، غور کیا جائے تو یہ بات بالکل ٹھیک ہے، کیونکہ ایسی خصلت کا آدمی ہمیشہ بے چین رہتا ہے، بے چینی، بدہضمی کا سب سے بڑا سبب ہے، اور جب انسان کو غذا کم پہنچتی ہے تو وہ ضعیف ونحیف ہوکر وقت سے پہلے بڑھاپے کا شکار ہوجاتا ہے، جن بچوں کے دل میں حسد اور بغض بھرا ہوا ہو وہ بچپن ہی میں تیوری چڑھے اور روکھے پھیکے نظر آتے ہیں، کیونکہ یہ خصلتیں چھپائے نہیں چھپتیں اور پیشانی پر چمکا کرتی ہیں۔

یہ تاثرات خواتین کے مخصوص ایامِ زچگی، بلوغ یا بڑھاپے کے وقت خطرناک امراض پیدا کرسکتے ہیں۔

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ لوگوں کی اثر پذیری میں بڑا اختلاف ہے، بعض لوگ زیادہ حساس ہوتے ہیں، بعض کم، یہ فرق طبائع میں اختلاف کی بناء پر ہوتا ہے، بعض کی طبیعت ضعیف اور تحمل سے عاری ہوتی ہے، بلکہ بعض تو غم و بے قراری کی طرف طبعاً مائل ہوتے ہیں، اور بعض کی یہ حالت نہیں ہوتی۔

مگر زمانے کی موجودہ رفتار کو دیکھا جائے اور لوگوں کی ان تکالیف ومصائب اور تفکرات وتاثرات پر نگاہ کی جائے، جو انہیں طلبِ رزق اور حصولِ معاش میں پیش آتے ہیں، تو صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ آج کل کثرتِ امراض کا سبب خارجی تاثرات ہیں، یہ خیال درست ہے، لیکن اس میں زیادہ دخل داخلی تاثرات کو ہے کہ جو جسم میں خارجی تاثرات کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کردیتے ہیں، کیونکہ بیرونی دشمن کا دخل اندورونی باغی کی سازش ہی سے ہوا کرتا ہے، خصوصاً اس زمانے میں کہ انسانی ضرورتیں بہت بڑھ گئی ہیں اور لوگ آرام وآسائش کے وسائل بہ کثرت پیدا کررہے ہیں، تمدن میں وسعت پیدا ہوگئی ہے، جس کے نتیجے میں لوگوں کو ان مختلف تفکرات وتجاویز کے لئے عقلی قوتوں سے بہت کام لینا پڑتا ہے۔

ایسے لوگوں کے دو گروہ ہیں، ایک تو وہ جو اپنی فکر کو جائز نتائج پیدا کرنے کے کام میں لاتا ہے، دوسرا وہ جو اس سے مکروفریب کی صورت میں ناجائز کام لیتا ہے، پہلا گروہ اگرچہ دوسرے گروہ کی بہ نسبت چھوٹا ہے، لیکن وہ حقیقی آسائش اور سچی خوشی حاصل کرکے خدا کی خوشنودی اور مخلوق کی ستائش کا مستحق ہوتا ہے، اور دوسرا گروہ چندروزہ اور فانی منفعت کے لئے عام مذمت وملامت اور قہرِ خداوندی کا مستوجب بنتا ہے۔

غرض جس شخص کو جسمانی صحت مطلوب ہے، اسے چاہئے کہ اول اپنے اخلاق کی اصلاح کرے، عقلی قوتوں کے استعمال میں افراط وتفریط سے کام نہ لے اور المناک وسائل سے بچے اور امرِ محال کی طلب کے درپے نہ ہو، جائز اور ممکن الحصول کے لئے کوشش کرے، پھر جو کچھ ہاتھ آئے اسے کافی سمجھے اور دوسروں کی کامیابی وکامرانی دیکھ دیکھ کر نہ جلے اور لالچ کا بندہ نہ بنے، کیونکہ جو لالچ کرتا ہے، محروم رہتا ہے، محرومی سے غمگینی پیدا ہوتی ہے اور غمگینی انسانی صحت کو بگاڑ دیتی ہے۔

(ماخوذ از ''ہمدردِ صحت'' جلد ۷۸، شمارہ ۱۲، محرم الحرام ۱۴۳۲ھ، دسمبر 2010ء، صفحہ ۴۰ تا صفحہ ۴۳)

نَومَولُود کے احکام واسلامی نام (مع متعلّقہ فضائل)

لڑکے اور لڑکی کی ولادت وکفالت اور پرورش کے فضائل واحکام

نومولود کے کان میں اذان دینے، نومولود کی تحنیک کرنے، نومولود کا نام تجویز کرنے

نومولود کے عقیقہ اور ختنہ وغیرہ کے مدلّل ومفصّل احکام اور متعلّقہ فضائل

نام تجویز کرنے سے متعلق اسلامی ہدایات واحکامات، اور اسلامی ناموں کی فہرست

تصنیف: مفتی محمد رضوان

اخبارِ ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

☐......۱۰/ ذی الحجہ کو متعلقہ مساجد میں عید الاضحیٰ کے اجتماعات ہوئے، وعظ، نماز، عید اور خطبہ وغیرہ معمولاتِ عید سرانجام دیئے گئے، مسجدِ غفران میں اشراق کا وقت داخل ہونے کے متصل بعد سات بج کر پانچ منٹ پر نمازِ عید پڑھی گئی، نماز وخطبہ سے فارغ ہوتے ہی ساڑھے سات بجے اجتماعی قربانیوں کے ذبیحے کا عمل شروع ہوا، جو دوسرے دن عصر کے قریب پایہ تکمیل کو پہنچا، کل ۶۲ (باسٹھ) بڑی قربانیاں ذبح ہوئیں، حضرت جی مدیر صاحب دامت برکاتہم بمع احبابِ ادارہ شروع سے آخر تک موجود رہے، اور حسن وخوبی کے ساتھ منظّم طور پر اجتماعی قربانیوں کا یہ مرحلہ سَر ہوا۔

☐...... جمعہ ۱۲/ ۱۹/ ۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ، و ۳/ ۱۰/ محرم ۱۴۳۲ھ متعلقہ مساجد میں حسبِ معمول وعظ ومسائل کے معمولات عمل میں آئے۔

☐......۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ و ۵/ ۱۲/ محرم ۱۴۳۲ھ بعد عصر اصلاحی مجالسِ ملفوظات منعقد ہوئیں۔

☐...... ۱۷/ ذی الحجہ بدھ مولانا ابوالحسن عبدالرؤف صدیقی صاحب دامت فیوضہم (کوثر مسجد، واہ کینٹ) دارالافتاء میں تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب کی عدم موجودگی میں مفتی محمد یونس صاحب دامت برکاتہم اور بندہ امجد کے ساتھ آپ کی نشست ہوئی۔

☐......۲۰/ ذی الحجہ بروز ہفتہ عید کی تعطیلات ختم ہوکر ادارہ میں تمام شعبوں کے معمولات اور تعلیمی سلسلے شروع ہوگئے۔

☐......۲۲/ ذی الحجہ، پیر، شام کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی صاحبزادی کی شادی ہوکر رخصتی عمل میں آئی، دارالافتاء کے رفیق مولوی محمد ناصر مغل صاحب زید مجدہٗ کے ساتھ آپ کا عقدِ نکاح ہوا، عشاء کے قریب مولوی ناصر صاحب کے گھر کے چند حضرات تشریف لائے، اور سادگی کے ساتھ رخصتی کا سلسلہ ہوا، جو ''اعظم النکاح برکۃ ایسر ہا مؤنۃ'' کا نمونہ تھا۔

☐......۲۳/ ذی الحجہ، منگل بعد نمازِ عشاء مولوی محمد ناصر صاحب کے ولیمہ میں ادارہ کے احباب ومتعلقین شریک ہوئے، ولیمہ کی یہ تقریب بھی پرسکون، باوقار، تکلف وتصنع سے خالی، قابلِ رشک وقابلِ تقلید تقریب تھی، اللہ تعالیٰ

Idara Ghufran

فریقین کو ہر طرح کی برکتوں، رحمتوں سے نوازے۔

☐......۲۶ ذی الحجہ، جمعہ حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم مع اہلِ خانہ، بھائی صاحبان ومولوی ناصر صاحب وغیرہ مضافات میں تشریف لے گئے۔

☐......۲۷/ ذی الحجہ، ہفتہ مولانا گل حسین صاحب زید مجدہٗ مع ایک رفیق کے ادارہ میں تشریف لائے، آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک مدرسہ کے ذمہ دار ہیں، حضرت جی مدیر صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کے سلسلے میں تشریف لائے تھے، دودن آپ کا قیام رہا، دوسرے دن واپس تشریف لے گئے۔

☐......۲/محرم جمعرات بعد عشاء جناب شوکت صاحب زید مجدہٗ (پنڈی ٹینٹ سروس، راولپنڈی) کے دولت کدہ پر حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم اور احبابِ ادارہ عشائیہ میں مدعو تھے۔

☐......۶/محرم پیر حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں ادارہ کے احباب تفریح کی غرض سے اسلام آباد، راول جھیل پر تشریف لے گئے، دوپہر سے مغرب تک یہ تفریحی دورہ رہا۔

☐......۱۱/محرم ہفتہ، مولانا عبدالسلام صاحب (ناظم التبلیغ) کی والدہ صاحبہ کا بلال ہسپتال، صادق آباد میں آپریشن ہوا (اللہ تعالیٰ ان کو شفاء عطا فرمائیں)

☐......۱۱/محرم ہفتہ، حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم مع اہلِ خانہ اپنے بہنوئی جناب عابد خان صاحب کے ہاں رات کے کھانے پر مدعو تھے۔

کتخدائی

محمد امجد حسین

سلمیٰ ناصری

ریاضِ رضواں روضۂ جناں کا ہے رنگ لئے ہوئے		حبالۂ عقدِ سلمیٰ میاں ناصؔر، سنگ لئے ہوئے
بسے پیا گھر، ہورہی ہے رخصت باپو کے آنگن سے		مغل کدہ روشن ہووے سعادت کے ڈھنگ لئے ہوئے
یہ مرحلہ ہے کتخدائی کا لب پہ ہے یہی دعا		سکھی ہو سلمیٰ ناصری حیا کی ترنگ لئے ہوئے
ادارہ غفراں کے مدیر کا ذوق گر رہے ملحوظ		بسیں گھرانے اتباعِ دیں کی امنگ لئے ہوئے

طبعِ جولاں کا ہے تحفہ امجؔد یہ کچھ نوا سنجی
کہ محفلِ شادی ہے نور کا جلترنگ لئے ہوئے

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

09 /نومبر 2010ء بمطابق ۲ذی الحجہ 1431ھ: پاکستان: یوٹیلیٹی سٹورز پر بھی چینی 10 روپے فی کلو مہنگی، کھلی مارکیٹ میں 125 روپے فروخت **10 /نومبر**: پاکستان: 3 سال کے دوران چینی کی قیمت میں 300 فیصد اضافہ، پاکستان میں چینی کی قیمت خطے میں سب سے زیادہ، بھارت میں 56 روپے فی کلو دستیاب **11 /نومبر**: پاکستان: وفاقی کابینہ ریفارمڈ جی ایس ٹی اور فلڈ سرچارج کی منظوری **12 /نومبر**: پاکستان: کراچی کے ریڈزون میں خودکش حملہ، شہرلرز اٹھا، 13 افراد جاں بحق 115 زخمی، کراچی کی تاریخ کا سب سے بڑا دھماکا، ایک ٹن بارود استعمال، 250 سے زائد مکانات منہدم **13 /نومبر**: پاکستان: آر جی ایس ٹی بل پارلیمنٹ میں پیش، اپوزیشن اور اتحادی جماعتوں کا احتجاج **14 /نومبر**: پاکستان: انسداد بدعنوانی مہم، سابق ڈائریکٹر جج، ٹی سی پی کے ڈائریکٹر سمیت 6 گرفتار **15 /نومبر**: پاکستان: افغانستان 5 نیٹو فوجی ہلاک 12 آئل ٹینکر نذر آتش، 3 فوجی جنوبی افغانستان میں بم دھماکے اور ایک امریکی مشرقی افغانستان میں مارا گیا **16 /نومبر**: پاکستان: عید کا تحفہ، بجلی 2 فیصد مہنگی، اطلاق یکم نومبر سے ہوگا **17 /نومبر**: پاکستان: شمالی وزیرستان امریکی حملے میں 23 افراد جاں بحق، متعدد زخمی **18 /نومبر**: / **19 /نومبر**: (تعطیلِ اخبارات) **20 /نومبر**: پاکستان: پاکستانی حجاج کے لئے ناقص انتظامات، سعودی حکومت نے تحقیقات کا حکم دے دیا **21 /نومبر**: پاکستان: ناقص انتظامات، ڈی جی حج طلب، وزیر مذہبی امور کو فارغ کرنیکا فیصلہ **22 /نومبر**: پاکستان: وزیر مذہبی امور کی کوششیں کامیاب، سعودی حکومت متاثرہ حجاج کو 250 ریال معاوضہ دے گی **23 /نومبر**: پاکستان: پی آئی اے کو 2 سال میں 41 ارب روپے سے زائد کا خسارہ **24 /نومبر**: پاکستان: افغان بہروپیا طالبان کمانڈر بن کر امریکا اور اتحادیوں کو بیوقوف بناتا رہا، بھاری رقم لے کر غائب، نیٹو کے طیارے میں کابل کا سفر کے کے کرزئی سے بھی ملا، امریکی اور افغان حکام نے اپنی بیوقوفی کا اعتراف کرلیا، نیویارک ٹائمز کا رپورٹ میں انکشاف **25 /نومبر**: پاکستان: ایوان بالا اتحادی بھی آر جی ایس ٹی کی مخالف پی پی تنہا رہ گئی **26 /نومبر**: پاکستان: یوٹیلیٹی اسٹوروں پر 100 اشیاء کی قیمتوں میں 3 تا 30 روپے اضافہ **27 /نومبر**: پاکستان: ایوان بالا شدید ہنگامہ آرائی میں آر جی ایس ٹی سفارشات منظور **28 /نومبر**: پاکستان: رواں مالی سال کی پہلی سہ ماہی دفاعی اخراجات مقررہ حد سے 28 ارب روپے بڑھ گئے **29 /نومبر**: پاکستان: امریکی قیادت میں افغان جنگ ناکامی سے دوچار ہے، بین

Idara Ghufran

الاقوامی تھنک ٹینک ☜ **30 / نومبر:** پاکستان: لاہور ہائی کورٹ نے صدر کو آسیہ کی سزا معاف کرنے سے روک دیا، حکومت سے وضاحت طلب ☜ **یکم / دسمبر:** پاکستان: بنوں میں پولیس موبائل پر خودکش حملہ، 2 اہلکاروں سمیت 6 جاں بحق ☜ **02 / دسمبر:** پاکستان: وفاقی کابینہ 5 وزارتیں صوبوں کو منتقل، پاک افغان ٹرانزٹ ٹریڈ معاہدے کی منظوری ☜ **03 / دسمبر:** پاکستان: اسرائیل میں آتشزدگی، بس خاکستر، 40 افراد زندہ جل گئے ☜ **04 / دسمبر:** پاکستان: مولانا شیرانی نے اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کا عہدہ سنبھال لیا ☜ **05 / دسمبر:** پاکستان: پی آئی اے کی 101 میں سے صرف ایک پرواز وقت پر پہنچی ☜ **06 / دسمبر:** پاکستان: 335 دنوں میں 106 ڈرون حملے، 865 افراد جاں بحق ☜ **07 / دسمبر:** پاکستان: مہمند ایجنسی جرگے کے دوران خودکش حملہ، 40 افراد جاں بحق، 70 سے زائد زخمی ☜ **08 / دسمبر:** پاکستان: رینٹل پاور پروجیکٹس میں کرپشن کا مقدمہ، سپریم کورٹ کا 2 غیر ملکی کمپنیوں کو 2 ارب روپے حکومت کو لوٹانے کا حکم ☜ **09 / دسمبر:** پاکستان: سپریم کورٹ کے حکم پر 2 کمپنیوں نے سوا 2 ارب روپے واپس کر دیے۔ کوہاٹ خودکش دھماکے میں 15 افراد جاں بحق۔ دارالعلوم دیو بند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون ☜ **10 / دسمبر:** پاکستان: حج کرپشن اسکینڈل، تحقیقات بد دیانتی پر مبنی ہیں، معاملہ دبانے نہیں دیں گے، چیف جسٹس ☜ **11 / دسمبر:** پاکستان: ہنگو میں زیرِ تعمیر ہسپتال پر خودکش حملہ، 17 جاں بحق، شمالی وزیرستان میں 4 افراد ڈرون کا نشانہ بن گئے ☜ **12 / دسمبر:** پاکستان: ترکمانستان، پاکستان، افغانستان، بھارت 7.6 ارب ڈالر کے گیس منصوبے پر دستخط ☜ **13 / دسمبر:** پاکستان: سوئی گیس کا شارٹ فال 600 ملین کیوبک فٹ سے متجاوز، پنجاب میں تاحکم ثانی صنعتوں کو گیس کی فراہمی بند ☜ **14 / دسمبر:** پاکستان: حکومت 1500 ارب کی مقروض، پیپکو کو یومیہ 90 کروڑ کا خسارہ، بیرونی سرمایہ کاری میں 74 فیصد کمی ☜ **15 / دسمبر:** پاکستان: حج سکینڈل حامد کاظمی، اعظم سواتی وزارتوں سے برطرف۔ جے یو آئی کا حکومت سے علیحدگی کا اعلان، 2 وزراء مستعفی، فیصلہ نہیں بدلیں گے، مولانا فضل الرحمٰن ☜ **16 / دسمبر:** پاکستان: ایل پی جی 3 روپے مہنگی، گھریلو سلنڈر 1786 روپے تک پہنچ گیا ☜ **17 / دسمبر:** پاکستان: ملک بھر میں سخت ترین سیکورٹی، کاروبارِ زندگی مفلوج، عوام گھروں میں محصور ☜ **18 / دسمبر:** (تعطیلِ اخبارات) ☜ **19 / دسمبر:** پاکستان: خیبر ایجنسی امریکی ڈرونز کی بمباری، 60 افراد جاں بحق۔ معروف نعت گو شاعر حنیف شاہد رامپوری قاتلانہ حملے میں جاں بحق ☜ **20 / دسمبر:** پاکستان: افغانستان میں طالبان کے پے در پے حملے 17 اتحادی ہلاک۔